انیلا کرن

مرا لہو ہمارا ساقی ہے

مکمل ناول

"لوگ کبھی بھی وہ نہیں ہوتے۔ جو بظاہر دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے گھناؤنے روپ معصومیت کے نقاب تلے چھپے رہتے ہیں اور جب کبھی اس نقاب کو پھاڑ کر ان کا اصل چہرہ سامنے آتا ہے۔ تو اسے دیکھ کر زندگی سے نفرت ہونے لگتی ہے۔"

کرسی کی بیک سے سر لگائے۔ آنکھیں بند کیے وہ یوں آہستہ آواز میں بولا تھا جیسے خود کو سنا رہا ہو۔ جبکہ اس کے سامنے بیٹھا اس کا عزیز از جان دوست سعید الجھن بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ نبیل کو اس کے گھر آئے آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا اور اس آدھے گھنٹے کے دوران وہ وقفے وقفے سے ایسی ہی مایوسی بھری باتیں کیے جا رہا تھا۔ سعید نے آج تک اپنے اس دوست کو ہمیشہ بہت حوصلے اور بہادری کے ساتھ زندگی کے ہر امتحان کا سامنا کرتے ہوئے پایا تھا۔ بڑی سے بڑی پریشانی اور تکلیف کو بھی وہ ہنس کر جھیل جاتا تھا۔ مگر وہ آج نہ جانے کیوں اتنا قنوطی ہو رہا تھا۔

"نبیل! آخر تم بتاتے کیوں نہیں ہو۔ تمہیں کیا ہوا ہے؟" سعید نے تیسری مرتبہ پوچھا تھا۔ پہلے دونوں بار نبیل نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ اس بار وہ پہلے پھیکے سے انداز میں مسکرایا۔ پھر آنکھیں کھولے بغیر بے تاثر سے انداز سے بولا۔

"کچھ خاص نہیں ہوا۔ بس مجھے اعتبار نہیں رہا کسی پر بھی۔ نہ کسی انسان پر نہ رشتے پر اور نہ ہی خود اپنے آپ پر۔"

"کیا؟" سعید کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔ "اور تمہیں یہ عام سی بات لگ رہی ہے۔ اعتبار کسی معمولی بات پر تو نہیں ٹوٹتا۔"

"کبھی کبھی ٹوٹ بھی جاتا ہے۔" اس کا لہجہ اب بھی بے تاثر ہی تھا۔

"پلیز نبیل مجھے پریشان نہ کرو۔ مجھے بتاؤ تمہارے ساتھ ایسا کیا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے تمہارے جیسا زندگی سے محبت کرنے والا انسان یوں ٹوٹ کر رہ گیا ہے۔"

سعید کے لہجے میں التجا تھی۔ جواب میں نبیل نے پہلی بار آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور بے کیف سے انداز میں مسکرانے لگا۔ سعید کو اس کی مسکراہٹ بڑی عجیب اور اجنبی سی لگی اور اس نے پہلی بار غور کیا کہ نبیل کی آنکھیں بے تحاشا سرخ ہو رہی تھیں اور اس طرح سوجی ہوئی تھیں جیسے وہ دیر تک روتا رہا ہو۔ اس احساس نے اسے ایک اور دھچکا پہنچایا کیونکہ نبیل تو بڑی سے بڑی بات کو مسکرا کر ٹال جانے والے لوگوں میں سے تھا۔

"یار! یہ محبت بھی بڑی عجیب چیز ہے۔ بظاہر بڑی خوب صورت لگتی ہے۔ مگر حقیقت میں زندگی کو جتنا نقصان محبت سے پہنچتا ہے۔ اتنا کسی بھی دوسری چیز سے نہیں پہنچتا۔ میری ایک بات یاد رکھنا۔ کبھی کسی سے محبت نہ کرنا۔ ورنہ میری طرح تمہیں بھی زندگی سے نفرت ہو جائے گی۔"

اس بار اس کا لہجہ پہلے کی طرح بے تاثر نہیں تھا۔ بلکہ اس میں ایک عجیب سا درد سمایا ہوا تھا۔ سعید چاہنے کے باوجود جواب میں کچھ بول نہیں سکا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی ہو وہ ساکت بیٹھا یک ٹک نبیل کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ چند منٹ کمرے میں یونہی خاموشی چھائی رہی۔

پھر نبیل ایک دم بے چین سا ہو کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا یار اب چلتا ہوں۔ بہت رات ہو گئی ہے۔"

"تم ذرا رکو میں تمہیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔ تمہاری طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔ بس تم دو منٹ انتظار کرو۔ میں پاپا سے کہہ کر ابھی آتا ہوں۔"

سعید نے اسے اٹھتے دیکھ کر کہا۔ جواب میں وہ ایک بار پھر پھیکے سے انداز سے مسکرا دیا اور سعید کے شانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے بولا۔

"تم فکر مت کرو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بہت آرام سے اپنی منزل پر پہنچ جاؤں گا۔"

اس کے لہجے میں نرمی کے باوجود ایسا کچھ ضرور تھا کہ سعید چاہنے کے باوجود اصرار نہیں کر سکا اور اسے کمرے سے باہر جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ اپنے پیچھے

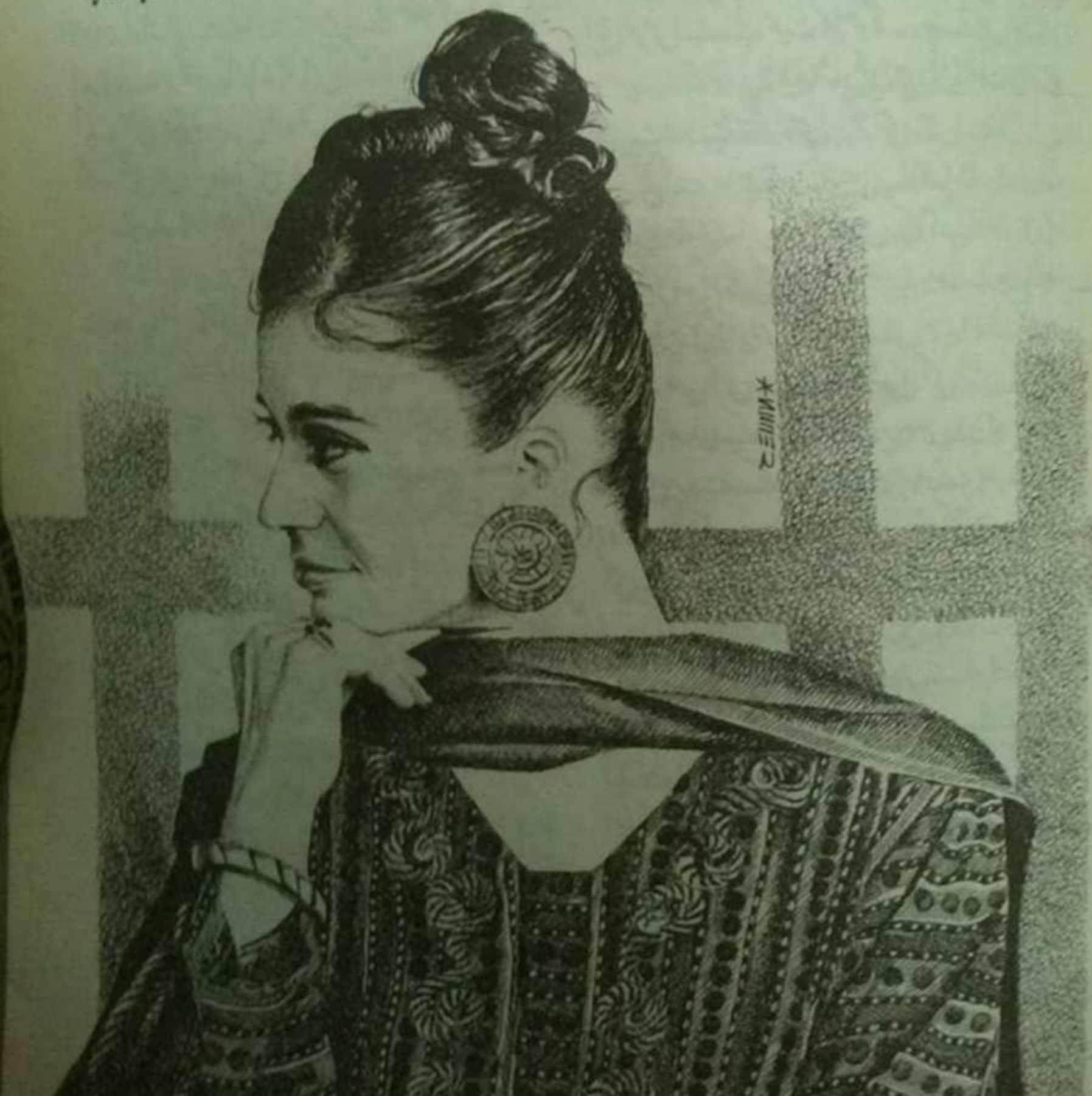

ایک عجیب سا احساس چھوڑ گیا تھا۔ جسے سعید کوشش کے باوجود سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ کئی منٹ تک وہ کمرے کے وسط میں کھڑا بند دروازے کو گھورتا رہا پھر ڈھیلے قدموں سے چلتا ہوا بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا۔

☼ ☼ ☼

اس نے کار اچانک ایک سنسان سڑک کے کنارے روک دی تھی۔ چند منٹ تک وہ ڈھیلے ڈھالے انداز سے بیٹھا ونڈ اسکرین سے نظر آنے والے اندھیرے کو گھورتا رہا۔ پھر اس نے کوٹ کی جیب سے ایک منی ایچر برآمد کی اور اسے ہاتھ میں پکڑ کر دیکھنے لگا۔ کتنی ہی دیر وہ یونہی ساکت بیٹھا منی ایچر پر نظریں جمائے رہا۔ پھر استہزائیہ سے انداز میں ہنس دیا۔

"سنا ہے یہ ہر غم کو بھلا دیتی ہے۔ سکون دے دیتی ہے۔ کیا اس چھوٹی سی بوتل میں میرا سکون بند ہے۔" وہ سرگوشی کے انداز میں اپنے آپ سے بول رہا تھا۔

"نہیں میرا سکون اتنی چھوٹی بوتل میں کیسے سما سکتا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ اسے پی کر میں چند منٹ کے لیے وہ سب کچھ بھول جاؤں گا۔ جو مجھے تکلیف دے رہا ہے۔ مگر جب اس کا نشہ اتر جائے گا۔ تو وہ سب مجھے زیادہ شدت سے تکلیف دے گا۔ بالکل بے کار چیز ہے۔ یہ بالکل فضول۔" اس کے اندر جوار بھاٹا سا اٹھنے لگا۔ ہاتھ میں پکڑی منی ایچر کو اس نے کار کی کھلی کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور اپنا سر تھکے ہوئے انداز سے کار کی اسٹیرنگ پر ٹکا دیا۔

"نبیل احمد! میں نے آج تک تم جیسا دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔ تم سامنے آتے ہو تو میری آنکھوں میں روشنیاں سی سما جاتی ہیں۔ تمہارا ساتھ میرے لیے دنیا کی سب سے بڑی خوشی ہے۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ کائنات کی ہر چیز سے زیادہ مجھے تمہارا ساتھ عزیز ہے۔ میری ہر خوشی تم سے شروع ہو کر تم ہی پر ختم ہو جاتی ہے۔"

اس کے کانوں میں سریلی آواز گونجی تھی۔ اس نے تڑپ کر اسٹیرنگ سے سر اٹھایا۔

"دھوکا فریب بے ایمانی۔ آخر یہ سب میرے ساتھ ہی کیوں ہوا۔"

"مجھے نہیں معلوم محبت کیا ہوتی ہے۔ مجھے بس اتنا پتہ ہے کہ جب آپ میرے سامنے نہیں ہوتے تو مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ میرا کہیں دل نہیں لگتا۔" ایک دوسری روتی ہوئی آواز ہوا کے دوش پر لہرائی۔ اس نے سختی سے اپنے ہونٹ کچل ڈالے۔

"دنیا میں سچی محبت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ لوگ اپنی اپنی غرض کے لیے محبت کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور پھر دوسروں کے تڑپنے کا تماشا دیکھتے ہیں دنیا بہت ہی بری جگہ ہے۔ رہنے کے قابل ہرگز بھی نہیں ہے۔"

تلخی سے سوچتے ہوئے اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس کی آنکھوں کے آگے دھند سی چھا رہی تھی۔ مگر پھر بھی وہ کار کی اسپیڈ بڑھائے جا رہا تھا۔ مین روڈ پر پہنچ کر اس نے اسپیڈ میں مزید اضافہ کر دیا۔ حالانکہ اب اس سے کار کو کنٹرول بھی نہیں کیا جا رہا تھا۔ آنکھوں کے آگے دھند کا پردہ مزید دبیز ہو گیا تھا۔ اور اس پردے کے پار اسے ڈھیر سارے چہرے گڈمڈ ہوتے نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے کئی چہرے ایسے بھی تھے۔ جو اس سے واقعی محبت کرتے تھے۔ مگر اب اسے کسی کی محبت کا بھی اعتبار نہیں رہا تھا۔

"جب دل کی ہر تمنا بجھ جائے۔ ہر امنگ مر جائے۔ تو جی کے کرنا بھی کیا ہے۔" اس نے تیزی سے ایک موڑ کاٹتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہا اور یہ اس کی زبان سے نکلنے والی آخری بات ثابت ہوئی۔ سامنے سے آتا ہوا ٹرک تیز رفتار نہیں تھا۔ مگر اس نے جس لاپرواہی سے موڑ کاٹا تھا۔ اور جتنی اس کی کار کی اسپیڈ تھی ٹرک ڈرائیور کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اس کی کار پوری طرح ٹرک کے عین سامنے آئی اور ایک زوردار دھماکے کے ساتھ ٹرک سے ٹکرا کر الٹ گئی۔ سڑک پر ایک ساتھ کئی گاڑیوں کے بریک چرچرائے تھے۔ مگر یہ چرچراہٹ نبیل احمد کے کانوں تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ کیونکہ اس کا دماغ تب تک تاریکیوں میں ڈوب چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

زندگی گزارنا ایک مشکل کام ہے مگر کچھ لوگوں کے لیے یہ مشکل ترین کام بن جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے زندگی کے راستے میں اتنے موڑ اور اتنی کٹھنائیاں آتی ہیں۔ کہ ان کے لیے یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہی زندگی کا راستہ کچھ لوگوں کے لیے بالکل سیدھا بھی ہو سکتا ہے۔ زندگی جیسی نامہربان چیز کسی پر مہربان بھی ہو سکتی ہے۔

مائرہ اکرم کا شمار بھی انہیں لوگوں میں ہوتا تھا۔ جو زندگی میں ہمیشہ آسانیوں کے لیے ترستے رہتے ہیں۔ وہ بہت چھوٹی تھی۔ جب اس کے ماں باپ کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا۔ وہ دونوں لاہور سے خانیوال جا رہے تھے۔ جب میاں چنوں کے قریب بس کا ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ کئی لوگ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے تھے اور مائرہ کی بدقسمتی تھی کہ ان جاں بحق ہونے والے مسافروں میں اس کے ماں اور باپ دونوں ہی شامل تھے۔ اس وقت اس کی عمر صرف دس برس تھی۔ ماں باپ کی اچانک موت نے اسے سہما کر رکھ دیا۔ اسے کتنے ہی عرصے تک یقین نہیں آ سکا کہ اس کی اتنی محبت کرنے والی ماں اور اس پر شفقت کے خزانے لٹانے والا باپ اسے چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلے گئے ہیں۔ اس کا کوئی بہن بھائی بھی نہیں تھا۔ جو اس کی دلجوئی کرتا۔ بلکہ اس کا تو کوئی بھی قریبی رشتے دار نہیں تھا۔ سوائے ایک بوڑھی دادی کے جو خود بھی جوان بیٹے اور بہو کی اچانک موت سے ٹوٹ کر رہ گئی تھیں۔ لیکن مائرہ کی خاطر انہیں خود کو سنبھالنا پڑا۔

دادی کی شفقت اور دلجوئی نے مائرہ کو کسی حد تک عدم تحفظ کے اس شدید احساس سے نکال لیا۔ جس کا شکار وہ ماں باپ کی موت کے بعد ہو گئی تھی۔ اس نے دوبارہ سے اسکول جانا اور کسی حد تک زندگی کی دوسری دلچسپیوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ تو دادی نے سکھ کا سانس لیا۔ اب ان کی تمام تر توجہ اور محبت کا مرکز اس کی ذات تھی۔ ان کے ذرائع آمدنی اگرچہ بیٹے کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو گئے تھے۔ مگر تھوڑی سی زرعی زمین تھی۔ جس سے کچھ آمدنی ہو جاتی تھی اور کچھ انہوں نے گھر کا ایک حصہ کرائے پر اٹھا کر آمدنی کا معمولی سا سہارا ڈھونڈ لیا تھا۔ یوں زندگی کی گاڑی گھٹ گھٹ کر چلنے لگی اور مائرہ کی زندگی کا راستہ ایک بار پھر کسی قدر شفاف ہو گیا۔

مگر قسمت کو شاید ابھی اس کے کچھ اور امتحان مقصود تھے۔ وہ سترہ سال کی ہوئی تو دادی بیمار پڑ گئیں۔ اس نے بساط بھر دادی کا علاج بھی کروایا۔ مگر وہ ایسی چارپائی سے لگی تھیں کہ پھر اٹھنے کا نام ہی نہیں لیا۔ یہ امتحان مائرہ کے لیے پچھلے امتحان سے بھی کڑا ثابت ہوا کیونکہ ماں باپ کے انتقال کے بعد کمزور ہی سہی مگر اس کے سر پر دادی کا سہارا موجود تھا۔ لیکن اب اگر دادی کو کچھ ہو جاتا۔ تو وہ بھری دنیا میں بالکل اکیلی رہ جاتی۔ اس احساس نے اس کے دل میں عجیب طرح کا وہم ڈال دیا تھا۔ وہ ہر وقت دادی کے ٹھیک ہو جانے کی دعائیں مانگتی۔ اکثر راتوں کو چونک کر اٹھ بیٹھتی۔ اور کتنی کتنی دیر تک دادی کے کمرے کی چوکھٹ پر کھڑی خوفزدہ نظروں سے ان کے نحیف و نزار وجود کو دیکھتی رہتی۔ پھر وہیں بیٹھ کر دروازے کے کھلے پٹ سے ٹیک لگائے ستاروں بھرے آسمان کو التجائیہ نظروں سے تکنے لگتی۔ اور اکثر وہیں بیٹھے بیٹھے صبح کر دیتی۔

☼ ☼ ☼

پھر اس کی ڈھیروں دعائیں اور التجائیں بھی دادی کو جانے سے نہ روک سکیں اور انہوں نے ایک صبح چپ چاپ آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن خود جانے سے پہلے انہوں نے مائرہ کے لیے ایک اور سہارے کا بندوبست کر دیا تھا۔ احمد حسن جو ان کے دیور کے بیٹے تھے اور لاہور میں رہتے تھے۔ ان کے انتقال سے صرف ایک دن پہلے ان کے بھیجے پھر پہلے لکھے گئے خط کے جواب میں آئے تھے اور دادی نے مائرہ کی ذمہ داری ان کو سونپ کر خود خاموشی سے آنکھیں بند کر لیں۔

مائرہ کے لیے دادی کی موت کا صدمہ آسانی سے بھلا

دینا ممکن نہیں تھا۔ وہ اس کی واحد دوست ساتھی اور غمگسار تھیں۔ ان کے بعد وہ کتنے ہی دن ان کی چیزوں کو سینے سے لگا کر روتی رہی۔ کھانا پینا چھوڑ دیا۔ احمد حسن محلے کے لوگ اور دادی کے جاننے والے سب اس کی دلجوئی کرتے۔ مگر اسے کسی طور قرار آ کر ہی نہیں دے رہا تھا۔ وہ کسی سے بھی بات نہیں کرتی تھی۔ ہر وقت خاموش بیٹھی خلاؤں میں گھورتی رہتی۔ یا بیٹھے بیٹھے رونے لگتی۔

احمد حسن کو وہاں آئے کئی روز ہو چکے تھے۔ مائرہ کی حالت کے پیش نظر وہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے ہچکچا رہے تھے۔ لیکن ایسا کب تک چل سکتا تھا۔ انہیں جلد از جلد لاہور پہنچنا تھا۔ جہاں ان کی عدم موجودگی کے باعث ان کے کاروبار کا حرج ہو رہا تھا۔ آخر دادی کے نویں کے ختم کے بعد انہوں نے مائرہ سے بات کر ہی لی اور جب انہوں نے اسے بتایا کہ وہ اس کی دادی کی خواہش کے مطابق اسے اپنے ساتھ لاہور لے جانا چاہتے ہیں۔ تو مائرہ چاہنے کے باوجود ان کی بات ماننے سے انکار نہ کر سکی۔ کیونکہ وہ اپنے گھر میں اکیلی تو بہرحال نہیں رہ سکتی تھی۔ مائرہ کے آمادگی ظاہر کرنے کے تین دن کے اندر اندر احمد حسین نے اس کا مکان اور زمین بیچ کر رقم اس کے اکاؤنٹ میں جمع کروائی اور اسے ساتھ لے کر لاہور چلے آئے۔

☆ ☆ ☆

لاہور میں احمد حسن کے شاندار گھر کو دیکھ کر اگر وہ مرعوب ہوئی تھی تو ان کی بیگم امینہ احمد سے مل کر خائف ہو گئی تھی۔ سرخ و سفید رنگت اور متناسب سراپے کے ساتھ کندھوں تک کٹے بالوں والی امینہ احمد کو ایک نظر دیکھ کر ہی ان کی شخصیت کے بارعب اور سخت ہونے کا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ انہوں نے مائرہ کے لیے کسی گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بلکہ اسے مسلسل نظر انداز کیے وہ احمد حسن کے پیچھے پیدا ہونے والے کاروباری مسائل کا راگ ہی الاپتی رہی تھیں۔ ڈرائنگ روم میں صوفے پر ٹک کر بیٹھی مائرہ ان کی طرف دیکھنے سے بھی گریز کر رہی تھی۔ اسے ان سے عجیب سا خوف محسوس ہو رہا تھا اور چند منٹ بعد جب احمد حسن فریش ہونے کا کہہ کر اپنے بیڈ روم میں چلے گئے تو امینہ احمد نے پہلی بار مائرہ کی طرف بغور دیکھا۔ مگر اس کے ڈرے سہمے چہرے پر شاید انہیں دیکھے جانے کے لائق کوئی چیز نظر نہیں آئی تھی۔ اس لیے اگلے ہی پل انہوں نے اس کے چہرے سے نظر ہٹا لی۔

"کہاں تک پڑھا ہے تم نے؟" انہوں نے اسے پہلی بار مخاطب کیا۔

"جی۔ میٹرک کیا تھا پچھلے سال۔" خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس نے قدرے جھجک کر بتایا۔

جواب میں امینہ احمد نے ہلکا سا ہنکارہ بھرنے پر ہی اکتفا کیا۔ مائرہ نے ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ وہ اب اس کی طرف متوجہ نہیں تھیں۔ بلکہ چہرے پر سوچوں کا عکس پھیلائے سامنے والی دیوار کو گھورے جا رہی تھیں۔ مائرہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ سفر کی وجہ سے تھکاوٹ بھی ہو رہی تھی مگر امینہ احمد سے کچھ کہنے کا حوصلہ بھی وہ خود میں نہیں پا رہی تھی۔

"میٹرک کے بعد پڑھنا چھوڑ کیوں دیا۔ آگے داخلہ کیوں نہیں لیا۔"

چند منٹ کی خاموشی کے بعد انہوں نے ایک بار پھر اس سے سوال کیا۔

"گاؤں میں کالج نہیں تھا اور پھر دادی بیمار ہو گئیں۔ تو میرے لیے شہر میں داخلہ لینا ممکن نہ ہو سکا۔"

وہ سر جھکا کر بولی۔ اسی لمحے اندرونی دروازہ کھول کر تراشیدہ بالوں والی ایک خوبصورت لڑکی اندر داخل ہوئی اور مائرہ کو دیکھتے ہی مسکرا کر اس کی طرف آ گئی۔ مائرہ بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

"ارے مائرہ تم کب آئیں۔ مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔ میں تو صبح سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" وہ اسے گلے لگاتے ہوئے بے تکلفی سے بولی مائرہ حیرت زدہ کھڑی اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ مجھے کیسے جانتی ہیں؟" جواب میں وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"ارے بھئی پاپا نے کل فون کر کے بتایا تھا کہ وہ تمہیں ساتھ لے کر آ رہے ہیں اور یہ بھی کہ اب تم ہمارے ساتھ ہی رہو گی۔ ویسے بائی دا وے میں ہنی ہوں۔ تو میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھاؤں۔ میں نے کل شام خود سیٹ کروایا تھا۔"

مائرہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اس نے یوں بے تکلفی سے کہا جیسے اسے برسوں سے جانتی ہو۔ مائرہ نے ایک خائف سی نظر صوفے پر بیٹھی امینہ پر ڈالی وہ ان دونوں سے لاتعلق ایک میگزین کھولے بیٹھی تھیں۔

"آنٹی میں جاؤں؟" اس نے آہستہ آواز میں پوچھا۔

"ہاں بھئی جاؤ۔ مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟" میگزین سے سر اٹھائے بغیر انہوں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ تو وہ سر جھکا کر ہنی کے ساتھ چل دی۔

"کرامت! بی بی کا سامان اوپر لے کر آؤ اور عبدل سے کہو اچھی سی چائے بنا کر میرے کمرے میں پہنچا جائے۔" سیڑھیوں کے پہلے موڑ پر رک کر ہنی نے نیچے جھانکتے ہوئے کسی نوکر کو ہدایت دی اور اس کا جواب سنے بغیر مائرہ کو لے کر ایک آراستہ پیراستہ کمرے میں آ گئی۔

"لیجیے جناب آپ کی قیام گاہ آ گئی۔" کمرے کا دروازہ کھول کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابھی کرامت تمہارا سامان لے آئے گا۔ تم منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدل لو اور سامنے والے کمرے میں آ جاؤ۔ پھر ہم اکٹھے چائے پئیں گے اور گپ شپ کریں گے۔"

جواب میں مائرہ صرف سر ہلا کر رہ گئی۔ امینہ احمد کے رویے نے اگر اسے خائف کیا تھا۔ تو ہنی کی خوش اخلاقی نے آن کی آن میں اسے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ گہرا سانس لیتے ہوئے وہ صوفے پر بیٹھ کر اپنے پیروں کو جوتوں کی قید سے آزاد کرنے لگی۔

☆ ☆ ☆

"مما کا سوشل سرکل بہت وسیع ہے اور اسی حساب سے ان کی سوشل ایکٹیویٹیز بھی بے تحاشا ہیں وہ بہت کم گھر پر رہتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کی نظر گھر کے ہر معاملے پر ہوتی ہے۔ ان کی ساری عادات خالصتاً "بیگمات" والی ہیں۔ یعنی قیمتی سے قیمتی اشیاء خریدنا پھر ان کی تشہیر کر کے دوسروں پر رعب جمانا اور خود کو سب سے برتر سمجھنا۔ وہ حد سے زیادہ اسٹیٹس کانشس ہیں اور اپنے معیار سے کم کسی چیز پر بھی راضی نہیں ہوتیں۔ پاپا کے دو ہی شوق ہیں۔ بے تحاشا روپیہ کمانا اور اسنوکر کھیلنا۔ عینی گھر میں سب سے چھوٹی ہے۔ مگر مزاجاً بے حد سنجیدہ ہے۔ اس کا واحد شوق پڑھائی ہے۔ وہ بہت کم کسی دوسرے کے معاملے میں دخل دیتی ہے۔ باقی رہ گیا نبیل احمد تو اس گھر میں اگر کسی کو پرفیکٹ کہا جا سکتا ہے تو وہ نبیل احمد ہی ہے۔ گھر کے بچوں میں سب سے بڑا اور اکلوتا لڑکا ہونے کے ناتے وہ گھر میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ مگر اس نے کبھی بھی اس کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ ضرورت سے زیادہ ذمے دار اور حساس ہے۔ کامیاب بزنس مین تو ہے ہی مگر ساتھ ہی ایک بہت عمدہ آرٹسٹ بھی ہے۔ اس کی بنائی ہوئی تصاویر دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ اس نے کبھی کسی آرٹ کالج کو اندر سے دیکھا تک نہیں ہے۔"

شام کے وقت وہ دونوں لان میں بیٹھی تھیں اور ہنی بہت روانی سے اسے اپنے گھر کے افراد کے متعلق چیدہ چیدہ معلومات فراہم کر رہی تھی۔ آج ساری سہ پہر وہ مائرہ کے ساتھ ہی رہی تھی۔ کھانا بھی انہوں نے اکٹھے ہی کھایا تھا۔ احمد حسین اور امینہ احمد کھانے کے وقت سے پہلے ہی گھر سے جا چکے تھے۔ جبکہ باقی دو افراد یعنی نبیل احمد اور عینی پہلے ہی گھر پر نہیں تھے۔ ایسے میں مائرہ کے لیے ہنی کا ساتھ بہت غنیمت تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ اگر ہنی بھی اپنی مما کی طرح اسے اگنور کرتی تو وہ اس گھر میں کیسے رہتی۔

اپنے بارے میں اس کے استفسار پر ہنی نے بڑی لاپروائی سے بتایا تھا کہ وہ اس کمپنی میں ماسٹرز کر رہی ہے اور ساتھ ہی ایک میگزین میں شوقیہ کام بھی کرتی ہے۔ مگر وہ سنجیدہ دونوں کے ساتھ ہی نہیں تھی۔ اس کا خیال تھا کہ انسان کو اپنے آپ کو ایک شعبے تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔ اس طرح اس کی بہت ساری صلاحیتیں اندر ہی اندر گھٹ کر رہ جاتی ہیں۔

مائرہ کو ہنی بے حد دلچسپ شخصیت کی مالک لگی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھی۔ جن کے قریب تھوڑی دیر رہنے والا شخص بھی ان کی اپنائیت اور گرمجوشی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

شام گہری ہونے لگی تھی۔ جب یمنی کی کار پورچ میں آکر رکی ہنی نے اسے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ تو وہ ان دونوں کی طرف اللہ میں ہی چلی آئی۔ مائرہ کو دیکھ کر اگرچہ اس نے ہنی جیسی گرمجوشی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ مگر اس کا رویہ اسینہ احمد کی طرح سرد اور سپاٹ بھی نہیں تھا۔ اس نے بہت سنجیدگی سے مائرہ کا حال احوال پوچھ کر اس کے لاہور آنے پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ مگر جب اسے یہ معلوم ہوا کہ مائرہ میٹرک کے بعد تعلیم کو خیرباد کہہ چکی ہے۔ تو وہ کتنی ہی دیر تک تاسف بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہی تھی۔ سنری فریم والی عینک کے عدسوں کے پیچھے سے جھانکتی اس کی سیاہ آنکھوں میں مائرہ کو اپنے لیے ہمدردی اور تاسف کے ساتھ ہلکی سی ملامت بھی محسوس ہوئی تھی۔

"تم اس سال ضرور فرسٹ ایئر میں ایڈمشن لے لینا۔ میٹرک بھی بھلا کوئی تعلیم ہے۔"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے بڑی دلسوزی سے اسے مشورہ دیا۔ جس پر مائرہ نے بغیر سوچے سمجھے فوراً ہی اثبات میں سر ہلا دیا۔ اندر ہی اندر وہ یمنی سے بری طرح سے مرعوب ہو چکی تھی۔ ہو کہ اس کی ہم عمر تھی اور سیکنڈ ایئر میں پڑھ رہی تھی اور یمنی نے بتایا تھا کہ وہ آگے میڈیکل کی فیلڈ میں جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

☼ ☼ ☼

نبیل احمد ہنی کے بعد اس گھر کا وہ سرا فرد تھا۔ جس کی ذات سے اسے اپنائیت کا احساس ہوا۔ شکل و صورت کے ساتھ ساتھ وہ مزاج میں بھی ہنی سے کافی مشابہت رکھتا تھا۔ مائرہ سے اس کی ملاقات رات کو کھانے کی میز پر ہوئی۔ اس وقت گھر کے سب ہی لوگ ڈائننگ روم میں موجود تھے۔ مائرہ ہنی کے برابر والی کرسی پر بیٹھی چور نظروں سے بار بار سب کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یمنی اور احمد حسن پوری سنجیدگی سے کھانے کی طرف متوجہ تھے۔ جبکہ اسینہ احمد ہنی کو اگلے روز کسی کلب میں ہونے والی تقریب کے متعلق بتا رہی تھیں۔ جس کی انہیں صدارت کرنا تھی اور وہ چاہ رہی تھیں کہ ہنی بھی ان کے ساتھ اس تقریب میں جائے۔

"ماما! کل تو مجھے اپنے میگزین کے لیے ایک انٹرویو کرنے جانا ہے۔"

ہنی نے معذرت خواہانہ انداز سے کہا۔ جواب میں اسینہ احمد نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔ مگر اس لمحے ڈائننگ روم کا دروازہ کھول کر نبیل اندر داخل ہوا۔ تو اس کی توجہ اس کی جانب مبذول ہو گئی۔

"نبیل! آج تم نے بہت دیر کر دی آنے میں روز تو شام چار بجے آجاتے ہو۔" نبیل کے سلام کا جواب دے کر اسینہ احمد نے پوچھا۔ ہنی ٹھیک ہی کہتی تھی۔ گھر میں موجود نہ ہونے کے باوجود انہیں گھر کے ہر معاملے کی خبر ہوتی تھی۔

"بس ماما آج کام تھوڑا زیادہ تھا۔ اس لیے دیر ہو گئی۔" اپنے لیے کرسی گھسیٹتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ اسی لمحے اس کی نظر مائرہ پر پڑی۔ تو اس نے کچھ حیران ہو کر استفہامیہ نظروں سے ہنی کی طرف دیکھا۔ جو اس کی جانب متوجہ تھی۔

"یہ مائرہ ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا ناں کل کہ میں اپنے ساتھ ہماری ایک کزن کو بھی خانیوال سے لانے

والے ہیں۔ یہ وہی کزن ہے۔ اب یہ یہیں رہے گی۔" اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر ہنی نے وضاحت کی۔

"اوہ اچھا۔" اس کی آنکھوں کی حیرت یکدم ہی نرمی اور اپنائیت میں بدل گئی۔ ہنی یقیناً مائرہ کے بارے میں اسے کافی کچھ بتا چکی تھی۔ کیونکہ ان دونوں بہن بھائی میں بہت دوستی تھی۔ حالانکہ نبیل ہنی سے پورے پانچ سال بڑا تھا۔ مگر وہ شروع سے ہی ایک دوسرے سے بہت بے تکلف تھے۔

ڈائننگ ٹیبل پر تعارف کے بعد نبیل نے اگرچہ مائرہ سے رسمی سی باتیں ہی کی تھیں۔ مگر اس کے انداز میں سنجیدگی کے باوجود ایک عجیب سی اپنائیت تھی۔ جو مائرہ کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ہنی کے بعد وہ اس گھر کا وہ سرا فرد تھا۔ جس کے سوالوں کے جواب وہ بغیر جھجکے اور بغیر خائف ہوئے دے رہی تھی۔

کھانے کے بعد احمد حسن اسینہ احمد اور یمنی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ لیکن نبیل احمد نے کچھ وقت اس کے اور ہنی کے ساتھ ہی گزارا۔ انہوں نے چائے پی اور کچھ دیر باتیں کرتے رہنے کے بعد نبیل بھی اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جبکہ ہنی اور مائرہ کافی دیر تک نیرس پر بیٹھی رہی تھیں۔ ہنی اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت شاید اس لیے گزار رہی تھی۔ تاکہ وہ گھر کے ماحول کو سمجھ سکے اور اپنے گھر اور دادی کو زیادہ مس نہ کرے اور مائرہ کافی حد تک مطمئن چہرے سے بتا رہا تھا کہ ہنی اس کوشش میں وہ اچھی خاصی کامیابی حاصل کر چکی ہے۔ مائرہ اس کی کمپنی میں خوش تھی اور اپنی اس خوشی پر اسے خود ہی حیرانی ہو رہی تھی۔ کیونکہ صرف ایک دن پہلے لاہور آنے کے تصور سے ہی اس کا دل ڈوب رہا تھا۔ اور اگر اس کے پاس کوئی دوسری چوائس ہوتی تو شاید وہ کبھی بھی احمد حسن کے ساتھ آنے پر راضی نہ ہوتی۔

☼ ☼ ☼

اس شاندار گھر میں رہنا مائرہ کو ایک خواب سا لگ رہا تھا۔ اس نے اس سے پہلے نہ تو کبھی ایسا گھر دیکھا تھا۔ اور نہ ہی کبھی اپنا معیار زندگی بلند ہوتا دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ وہ تو اپنی چھوٹی سی دنیا میں بہت خوش تھی۔ مگر قسمت کی ستم ظریفی نے اس چھوٹے سے گھر کو تنکا تنکا کر کے بکھیر دیا۔ تو وقت کی تیز آندھی کے ساتھ اڑتی ہوئی وہ اس شاندار گھر تک آپہنچی۔ جہاں آنے کے کئی دن بعد تک وہ حیران نظروں سے وہاں کی ایک ایک چیز کو دیکھتی رہی۔ اس کے لیے یہاں کی بہت ساری چیزیں کسی عجوبے سے کم نہیں تھیں۔ اور وہ انہیں ہاتھ لگاتے ہوئے بھی ڈرتی تھی۔ ہنی شاید اس کی کیفیات کو سمجھتی تھی۔ اس لیے وہ زیادہ سے زیادہ اسے اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ بعض اوقات وہ اسے اپنے ساتھ باہر بھی لے جاتی تاکہ اس کے اندر کی جھجک ختم ہو سکے اور اس میں اعتماد پیدا ہو۔ مگر ہنی بہرحال ایک دن یا ایک ہفتے میں اس کی پوری شخصیت کو نہیں بدل سکتی تھی۔ یوں بھی وہ خود بہت مصروف رہتی تھی۔ اکثر تو صبح نو بجے کی گئی رات گئے گھر لوٹتی تھی۔ مگر جب بھی اسے کچھ فارغ وقت ملتا۔ تو وہ مائرہ کو زیادہ سے زیادہ کمپنی دینے کی کوشش کرتی۔

گھر کے دیگر افراد کی مصروفیات کا دائرہ بھی خاصا وسیع تھا۔ یمنی کو ہر وقت پڑھنے کی دھن رہتی تھی۔ وہ بیشتر وقت کالج اور اکیڈمی میں گزارتی اور اگر گھر پر ہوتی تو اپنے کمرے میں گھسی رہتی۔ نبیل اگرچہ چار بجے دفتر سے گھر آجاتا تھا۔ مگر وہ گھنٹے ریسٹ کرنے کے بعد وہ جم خانہ چلا جاتا۔ البتہ گھر میں آتے جاتے اسے جب بھی مائرہ نظر آجاتی۔ وہ ضرور چند منٹ اس کے پاس رک کر اس کی خیریت پوچھتا۔ اور ادھر ادھر کی باتیں کرتا۔ اس کے انداز میں مائرہ کو ہنی والی نرمی محسوس ہوتی تھی۔

جہاں تک احمد حسن کا تعلق تھا۔ تو ان کی شکل بھی مائرہ کو کئی کئی دن تک نظر نہ آتی۔ بعض اوقات تو اسے یوں لگتا کہ احمد حسن اسے بھول ہی چکے ہیں اور انہیں یاد تک نہیں کہ کچھ روز پہلے وہ مائرہ نام کی کسی لڑکی کو اپنے ساتھ خانیوال سے لاہور لے کر آئے تھے۔

اسینہ احمد کا رویہ اس کے ساتھ پہلے روز جیسا ہی

تھا۔ حد درجے رو کھا اور خشک۔ وہ اسے شاذ و نادر ہی خود سے مخاطب کرتی تھیں اور مائرہ شروع شروع میں اکثر ان سے خائف ہوئی تھی۔ تو اب باقاعدہ ڈرنے لگی تھی انہیں سامنے دیکھ کر ہی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگتی تھیں مگر یہ دیکھنے کے باوجود بھی وہ اس کے لیے اپنے رویے میں کسی قسم کی لچک پیدا کرنے کو تیار نظر نہیں آتی تھیں مائرہ کو یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اسے بالکل پسند نہیں کرتیں۔ مگر اسے ایسا کوئی طریقہ بہت سوچنے پر بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ جس پر عمل کر کے وہ انہیں خوش کر سکتی۔ البتہ اس کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ امینہ احمد سے اس کا سامنا کم سے کم ہو اور اپنی اس کوشش میں اسے کامیابی یوں ہو جاتی تھی کہ امینہ احمد گھر پر بہت کم وقت گزارا کرتی تھیں۔

گھر میں دنیا جہان کی سہولتیں ہونے کے باوجود اس کے لیے وہاں صبح سے شام کرنا محال ہو جاتا۔ کیونکہ باقی سب اپنے اپنے کاموں سے نکل جاتے اور پیچھے وہ اکیلی رہ جاتی۔ سارا دن ٹی وی دیکھ کر یا میوزک سن کر تو نہیں گزارا جا سکتا تھا۔ مگر اس کے پاس کوئی اور دلچسپی بھی نہیں تھی۔ جس کی بدولت وہ اپنے وقت کو کار آمد بنا سکتی۔

اس سہ پہر بھی وہ یونہی ادھر ادھر منڈلا رہی تھی۔ جب عینی گھر میں داخل ہوئی۔ مگر عینی کے آنے پر اسے کچھ زیادہ خوشی یوں نہیں ہوئی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ کھانا کھاتے ہی اپنے کمرے میں جا گھسے گی۔ اور پھر شام کو اس وقت باہر نکلے گی۔ جب اسے اکیڈمی جانا ہو گا۔ مگر اس وقت اسے کافی حیرت ہوئی جب عینی ڈائننگ روم میں جانے کے بجائے اس کے پاس ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی۔

"مائرہ تم نے کھانا کھا لیا؟" اس نے مائرہ کے برابر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں مجھے بھوک ہی نہیں لگی ابھی تک۔" مائرہ نے ٹی وی بند کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میرا آج چائنیز کا موڈ ہو رہا ہے۔ اگر تم جانا چاہو تو میرے ساتھ چلو۔"

"میں؟" مائرہ نے اس کی آفر پر قدرے حیرت سے انگلی سے اپنی طرف اشارہ کیا۔ تو عینی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"کپڑے تو تمہارے ٹھیک ہیں۔ بس ذرا بال بنا لو تو چلتے ہیں۔ تم بھی سارا دن گھر میں بیٹھے بیٹھے بور ہو جاتی ہو گی۔"

اس نے مزید کہا۔ تو مائرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند منٹ بعد ہی وہ بال بنا کر آ گئی۔ عینی کے ساتھ اس کی کار میں جاتے ہوئے اسے عجیب سی جھجک محسوس ہو رہی تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ ہنی کے ساتھ کئی بار جا چکی تھی۔ مگر عینی چونکہ اس سے بالکل بھی فری نہیں تھی۔ اس لیے اس کے ساتھ جانا تھوڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ مگر بہرحال گھر میں اکیلے بیٹھے بیٹھے وہ جتنی بور ہو چکی تھی۔ اس کی نسبت عینی کے ساتھ آنا اسے بہتر ہی لگ رہا تھا۔ اس روز عینی کے ساتھ کچھ وقت گزار کر اسے احساس ہوا کہ عینی صرف سنجیدہ مزاج ہی نہیں بہت کم گو بھی ہے۔ اپنی اس عادت کا اس نے خود بھی مائرہ کے سامنے اظہار کیا تھا۔

"مجھے زیادہ باتیں نہیں آتیں۔ تم میری اس عادت کو محسوس نہ کرنا۔ صرف تمہارے ساتھ ہی نہیں میں ہر ایک کے ساتھ ایسے ہی رہتی ہوں۔ شاید میں کچھ کم گو ہوں۔" کانٹے کے ساتھ ڈرم اسٹک کھاتے ہوئے اس نے عادتاً سنجیدگی سے کہا تھا۔ شاید اسے احساس ہو گیا تھا کہ مائرہ اس کی مسلسل خاموشی سے کچھ پریشان ہو رہی ہے۔ حالانکہ مائرہ اس کی خاموشی سے کم اور چھری کانٹا استعمال کرنے کے خیال سے زیادہ پریشان ہو رہی تھی۔ اس لیے اس نے اب تک چکن فرائڈ رائس کے سوا کسی دوسری چیز کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔ عینی کی بات سن کر وہ پھیکے سے انداز سے مسکرا کر رہ گئی۔

"تم سارا دن کیا کرتی ہو؟" کچھ دیر بعد عینی نے سوال کیا۔ مائرہ کچھ گڑبڑ گئی۔

"کچھ بھی نہیں۔ کبھی ٹی وی دیکھتی ہوں۔ کبھی میوزک سن لیتی ہوں اور کبھی سو جاتی ہوں۔" اس نے جھجکتے ہوئے بتایا۔ عینی جیسی پریکٹیکل لڑکی کے سامنے اسے اپنی این مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے شرمندگی ہو رہی تھی۔ مگر بتائے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔ عینی اس کا جواب سن کر خاموشی سے سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

"تم کوئی کورس کیوں نہیں کر لیتیں اسپوکن انگلش یا پھر کمپیوٹر کورس بلکہ میرا خیال ہے۔ تمہارے لیے اسپوکن انگلش زیادہ بہتر ہے۔ اس طرح آگے کالج جا کر تمہیں کافی آسانی ہو جائے گی۔"

گھر واپس آتے ہوئے عینی نے اسے مشورہ دیا۔ اس کی بات مائرہ کے دل کو لگی۔ وہ بعد میں کتنی ہی دیر تک اس پر سوچ بچار کرتی رہی۔ اسے عینی کی بات میں وزن نظر آ رہا تھا اور اپنے لیے یہی بہتر لگ رہا تھا کہ وہ کہیں نہ کہیں ضرور ایڈمشن لے لے کیونکہ فرسٹ ایئر کے ایڈمشن ہونے میں ابھی کئی ماہ پڑے تھے اور اتنا عرصہ اگر وہ اس طرح گزارنے کی کوشش کرتی۔ جس طرح پچھلے ڈیڑھ ماہ سے یہاں رہ رہی تھی۔ تو شاید اتنی شدید یکسانیت اور بے کیفی اسے پاگل ہی کر دیتی۔

اچھی طرح سوچ بچار کرنے کے بعد اس نے اسپوکن انگلش کا کوئی کورس کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اس کی اپنی انگلش بہت واجبی سی تھی اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ کالج جا کر اس کو کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ اس رات اس نے پہلی بار وہ چیک بک کھول کر دیکھی تھی۔ جو احمد حسن نے دو ہفتے پہلے اس کا اکاؤنٹ لاہور ٹرانسفر کروانے کے بعد اسے لا کر دی تھی۔ ایک فیصلہ کر کے وہ مطمئن سی ہو گئی اور چیک بک کو واپس اس کی جگہ پر رکھ کر اطمینان سے سو گئی۔

☆ ☆ ☆

اگلے روز رات کے کھانے کے بعد اس نے ہنی سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ تو وہ ایک دم حیران سی ہو گئی۔

"زبردست بھئی۔ تم نے تو کمال کی بات سوچی ہے۔ میں تو پچھلے کئی روز سے سوچ سوچ کر تھک گئی تھی کہ تمہارے لیے ایسی کون سی ایکٹویٹی تلاش کی جائے۔ جس میں تمہارا وقت بھی اچھا گزرے اور اس کا تمہیں فائدہ بھی ہو۔ مگر تم نے تو میری ساری فکر ختم کر دی۔ مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ تم اتنی ذہین ہو۔" ہنی کے لہجے میں ستائش تھی۔ مائرہ کو شرمندگی سی محسوس ہونے لگی۔

"یہ میں نے نہیں سوچا۔ مجھے عینی نے اس کا مشورہ دیا ہے۔" اس نے شرمیلے سے لہجے میں وضاحت کی۔

"چلو بھئی۔ جس نے بھی سوچا ہے۔ مجھے تو خوش کر دیا ہے۔ بس تم کل شام تیار رہنا۔ نبیل تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اور تمہارا ایڈمشن کروا دے گا۔ میں اس سے ابھی جا کر کہہ دیتی ہوں۔"

"آپ کیوں نہیں جائیں گی میرے ساتھ؟" مائرہ نبیل کے ساتھ جانے کا سن کر پریشان ہو گئی۔

"کل میری واپسی ذرا دیر سے ہو گی۔ مجھے کل بہت سے کام نپٹانے ہیں۔ نبیل کے لیے یوں بھی یہ کام کرنا مجھ سے زیادہ آسان ہو گا۔ وہ کل دن میں پتہ کروا لے گا کہ ان دنوں کس انسٹیٹیوٹ میں ایڈمیشن ہو رہے ہیں۔ اور پھر شام کو تمہیں ساتھ لے جا کر ایڈمیشن کروا دے گا۔"

ہنی لاپروائی سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ تو مائرہ نے مزید کچھ کہنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ مگر نبیل کے ساتھ اکیلی باہر جانے کا سوچ کر اسے جھجک سی محسوس ہو رہی تھی۔ حالانکہ اسے نبیل کی ذات سے بہت اپنائیت کا احساس ہوتا تھا۔ مگر پھر بھی وہ فطری طور پر اس سے جھجکتی تھی۔ نبیل اسے خود سے جتنا مخاطب کرتا۔ وہ اتنی بات کر لیتی اپنے آپ تو وہ سلام کرنے سے آگے کبھی نہیں بڑھی تھی۔

اگلا پورا دن وہ دل ہی دل میں دعا کرتی رہی کہ نبیل کو کوئی ضروری کام پڑ جائے اور وہ اسے ساتھ لے جانا بھول جائے یا ہنی سے معذرت کر کے کہہ دے کہ یہ کام ہنی خود کر لے۔ مگر اس کی کوئی دعا قبول نہیں

ہوئی۔ نبیل حسب معمول پورے چار بجے گھر آگیا اور گھر آنے کے چند منٹ بعد ہی اس نے کرامت کے ہاتھ پیغام بھیج دیا کہ وہ ساڑھے چار بجے تک تیار رہے۔ چاروناچار اسے تیار ہونا ہی پڑا۔ ہنی نے چھ دن پہلے ہی اسے کافی شاپنگ کروائی تھی۔ اس نے اسی کے دلائے ہوئے کپڑوں میں سے ڈارک براؤن رنگ کا سادہ سا لباس نکالا اور باتھ روم میں گھس گئی۔

ٹھیک ساڑھے چار بجے اپنا پرس اٹھائے وہ پورچ میں پہنچی۔ تو نبیل اسے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتا ہوا نظر آیا۔ مائرہ کو دیکھ کر وہ مسکرایا اور اس کے لیے فرنٹ ڈور کھول دیا۔ مائرہ جھجکتی ہوئی گاڑی میں آکر بیٹھ گئی۔

"اپنی میٹرک کی سند ساتھ لائی ہو؟" گاڑی گیٹ سے نکال کر نبیل نے اس سے سوال کیا۔ تو اس نے جھٹ اثبات میں سرہلا دیا۔ ہنی نے اسے رات ہی کو کہہ دیا تھا کہ وہ جاتے وقت اپنی میٹرک کی سند یا مارکس شیٹ ساتھ لے کر جائے۔ نبیل نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ لارڈز اسپوکن انگلش انسٹیٹیوشن صرف دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ہی آگیا۔ یہ دس منٹ ان دونوں نے مکمل خاموشی کے ساتھ طے کیے تھے۔

"میں نے کئی اداروں سے پتہ کروایا تھا۔ مگر بیشتر میں کلاسز شروع ہوئے مہینے سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ صرف دو تین اداروں میں آج کل سے ایڈمیشن ہو رہے ہیں۔ جن میں سے لارڈز کا انتخاب میں نے اس لیے کیا ہے۔ کیونکہ یہ گھر سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

پارکنگ میں گاڑی روکتے ہوئے اس نے مائرہ کی طرف دیکھے بغیر کہا اور گاڑی لاک کر کے اسے اترنے کا اشارہ کر کے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکل کر کھڑا ہو گیا۔ مائرہ نے ایک نظر سامنے موجود سرمئی بلڈنگ پر ڈالی اور اس کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ گئی۔

نبیل چونکہ فون پر اس کے ایڈمیشن کی بات کر چکا تھا۔ اس لیے وہاں انہیں زیادہ وقت نہیں لگا۔ ایڈمیشن فارم نبیل نے چند منٹ میں فل کر کے اس کے سائن کروائے اور فیس کے ساتھ فارم جمع کروا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کلاسز تین دن بعد شروع ہونا تھیں۔ اس لیے وہ بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔

"سنیے یہ نیشنل بینک کہاں ہے؟" واپسی کے وقت گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے پوچھا۔ چیک بک پہلے ہی پرس سے نکال کر ہاتھ میں لے چکی تھی۔

"کیوں تم نے جانا ہے بینک؟" گاڑی ریورس کرتے ہوئے نبیل نے بنا اس کی جانب دیکھے سوال کیا۔

"جی میرا اکاؤنٹ وہیں ہے۔ آپ مجھے وہاں لے چلیں۔ میں کچھ پیسے نکلوانا چاہتی ہوں۔"

اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ نبیل نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

"روپے کیا کرو گی نکلوا کر؟" اس کے لہجے میں [illegible] والی نرمی تھی۔

"ایک تو کچھ چیزیں خریدنا ہیں اور دوسرے آپ کو فیس کے چھ ہزار روپے لوٹانے ہیں۔"

وہ سادہ لہجے میں گویا ہوئی تو نبیل ایک دم ہنس پڑا۔

"آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟" وہ حیران ہوئی۔

"یونہی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ویسے بینک اس وقت تک کھلے نہیں رہتے۔ اگر تمہیں اپنے اکاؤنٹ سے روپے نکلوانا تھے تو تمہیں وہاں صبح جانا چاہیے تھا۔" ہنسی روکتے ہوئے وہ نرم لہجے میں سمجھانے لگا۔ مائرہ کچھ خفیف سی ہو گئی۔

"مجھے پتہ نہیں تھا کہ بینک کتنے بجے تک کھلے رہتے ہیں۔ میں نے کبھی کوئی بینک نہیں دیکھا۔ میری دادی ہر مہینے بجلی کا بل جمع کروانے ساتھ والے [illegible] کے بینک جایا کرتی تھیں۔ مگر میں ان کے ساتھ کبھی نہیں گئی۔" اس نے شرمندگی سے وضاحت کی۔

"کوئی بات نہیں۔ ایسا سب کے ساتھ ہی کبھی نہ کبھی ضرور ہو جاتا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی سب کچھ جاننے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ بتاؤ آئس [illegible]

کھاؤ گی۔"

نبیل نے اسے شرمندہ دیکھ کر دھیان بٹانے کے لیے پوچھا۔ اور اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی گاڑی اس آئس کریم پارلر کے سامنے روک دی۔ جسے دیکھ کر اسے آئس کریم کا خیال آیا تھا۔ مائرہ کچھ سوچتے ہوئے اس کے ساتھ گاڑی سے اتر کر اندر چلی گئی۔ چیک بک اس نے واپس پرس میں رکھ دی تھی۔

✡ ✡ ✡

منظر بہت مکمل اور خوب صورت تھا۔ آسمان پر شفق پھیلی ہوئی تھی اور ڈوبتا ہوا سورج اس شفق کے بیچ میں بالکل زرد گولے کی طرح لگ رہا تھا۔ جس کا ہلکا سا عکس جھیل کے پانی میں بھی نظر آ رہا تھا۔ جبکہ جھیل کے اردگرد موجود درخت اور خشک زمین سیاہی مائل لگ رہے تھے۔

نبیل نے دو قدم پیچھے ہٹ کر اس تصویر کو غور سے دیکھا۔ وہ ابھی ابھی اس کو فائنل ٹچ دے کر فارغ ہوا تھا اور اب ناقدانہ نظروں سے اپنی بنائی ہوئی تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں دکھایا گیا منظر خوب صورت ہونے کے باوجود ایک عجیب سی اداسی میں لپٹا ہوا لگ رہا تھا۔ لیکن یہ اداسی گویا اس کی کشش میں اضافہ کر رہی تھی۔ وہ کتنی ہی دیر تک کھویا کھویا سا اس تصویر کو دیکھتا رہا۔ پھر دروازے پر ہونے والی مدھم دستک نے اس کو چونکا دیا۔ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا برش طشتری میں رکھ کر اس نے دروازہ کھول دیا اور باہر کھڑی مائرہ کو دیکھ کر ہلکے سے مسکرا کر ایک طرف ہو کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ مائرہ کچھ جھجکتی ہوئی کمرے کے اندر آگئی۔

"بیٹھو کھڑی کیوں ہو۔" نبیل نے اسے کمرے کے وسط میں کھڑا دیکھ کر کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جواب میں وہ نفی میں سرہلا کر بولی۔

"مجھے ابھی جا کر اپنے کپڑے استری کرنے ہیں۔" وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہوئی "دراصل میں آپ کے روپے واپس کرنے آئی تھی۔ کل بینک بند تھا۔ اس لیے میں آج صبح یہ روپے بینک سے نکلوا کر لائی ہوں۔"

اس نے مٹھی میں دبے ہوئے چھ ہزار روپے نبیل کی طرف بڑھائے جواب میں وہ کچھ کہے بغیر خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ روپے لینے کے لیے اس نے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔

"تم مجھے یہ روپے واپس کیوں کرنا چاہتی ہو؟" اس نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"ہنی نے بتایا تھا کہ انکل ہر ماہ سب کے اکاؤنٹ میں ایک مخصوص رقم جمع کروا دیتے ہیں اور پھر سب ہی اپنے اپنے تمام اخراجات اسی رقم سے پورے کرتے ہیں۔ میرے اکاؤنٹ میں بھی انہوں نے مہینے کی پہلی تاریخ کو رقم جمع کروا دی تھی۔ اس لیے میں آپ کو یہ پیسے لوٹا رہی ہوں۔"

اس نے وضاحت سے جواب دیا۔ تو نبیل کے سنجیدہ چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یعنی اپنی طرف سے تم ادھار واپس کرنے آئی ہو؟" اس بار اس کا لہجہ قدرے شوخ تھا۔ مائرہ نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنی جگہ پر کھڑی اپنے سے چند قدم پر کھڑے نبیل احمد کو الجھن بھری نظروں سے دیکھتی رہی۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ وہ اپنے روپے واپس لینے کی بجائے اس سے بحث کیوں کیے جا رہا ہے۔

نبیل نے اس کی یہ الجھن بھانپ لی اور اس کے قریب آکر اس کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"بے وقوف لڑکی اپنوں میں یہ ادھار اور اس طرح کا لین دین نہیں چلتا اور تم بھی ہماری اپنی ہو پھر تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں تم سے یہ چند روپے واپس لوں گا۔"

اس کا لہجہ نرم تھا۔ مائرہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اسے اس کی آنکھوں میں بھی نرمی اور شفقت سی نظر آئی۔ اسے اپنے اقدام پر شرمندگی سی ہونے لگی۔

"سوری مجھے شاید ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"تمہیں واقعی ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔" وہ اس

وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ آخر جب کلاک نے بارہ بجنے کا اعلان کیا۔ تو اسے یاد آیا کہ وہ گزشتہ ڈھائی گھنٹوں سے یہاں بیٹھی ہے۔

"اتنا ٹائم ہو گیا۔ پتہ ہی نہیں چلا۔ میں نے آپ کو بھی باتوں میں لگائے رکھا اور آپ کا اتنا سارا وقت ضائع کر دیا۔"

وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔ مگر اسے خود بھی محسوس ہو رہا تھا کہ اس کو نبیل کا وقت ضائع کرنے پر کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس اس کے احساسات کچھ عجیب سے ہو رہے تھے۔ اسے اپنے اندر ایک عجیب سے خوشی اور سنسنی کا احساس ہو رہا تھا۔

"تم پھر فیسوں والی باتیں کر رہی ہو۔" اس کے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے نبیل نے مصنوعی خفگی سے کہا۔ تو وہ آہستہ سے مترنم انداز میں ہنس دی۔

★ ★ ★ ★

لارڈز میں اس کی کلاسز شروع ہو چکی تھیں۔ وہاں شروع شروع میں اسے کافی مشکل پیش آئی۔ کیونکہ اس کی انگلش بالکل ہی واجبی سی تھی۔ ابتدا میں تو کئی دنوں تک وہ روز رات کو ہنی سے بھی کچھ دیر تک پڑھا کرتی تھی۔ تب کہیں جا کر وہ روز کا کام روز کرنے کے قابل ہو پاتی تھی۔ مگر پھر آہستہ آہستہ انگریزی پر اس کی کمانڈ بہتر ہونے لگی۔ اب وہ روز کا کام بغیر کسی کی مدد لیے کر لیتی تھی۔ البتہ اسے محنت بہت کرنا پڑ رہی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد وہ دیر تک پڑھتی رہتی اور پھر انسٹیٹیوٹ جانے سے پہلے چونکہ اس کے پاس تقریباً" پورا ون ہوتا تھا۔ اس لیے اسے تب بھی کافی ٹائم مل جاتا تھا اور وہ یہ پورا ٹائم نہایت سنجیدگی سے اپنی پڑھائی کو دیتی تھی۔

یہ پڑھائی میں اس کی مصروفیت کا اثر ہی تھا کہ اب اس کا دل شہر میں لگنے لگا تھا۔ اگرچہ اپنا گاؤں اسے اب بھی یاد آتا تھا۔ مگر اس یاد میں اب پہلے والی شدت نہیں رہی تھی۔ احمد حسن اور امینہ احمد کے علاوہ کے دیگر افراد سے کافی بے تکلف ہو گئی تھی۔ خاص

طور پر نبیل اور ہنی کے ساتھ تو اس کی ٹھیک ٹھاک دوستی ہو چکی تھی۔ یعنی اگرچہ اس سے زیادہ باتیں نہیں کرتی تھی۔ مگر اسے اگنور بھی نہیں کرتی تھی۔

اس کا انسٹی ٹیوٹ گھر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اور چونکہ نبیل کا جم خانہ بھی اسی طرف تھا۔ اس لیے ابتدا میں کچھ دن وہ اسی کے ساتھ آتی جاتی رہی۔ کیونکہ دونوں کی ٹائمنگ بھی تقریباً" ملتی جلتی ہی تھیں۔ نبیل اسے انسٹی ٹیوٹ چھوڑ کر جم چلا جاتا اور واپسی پر ساتھ ہی لے آتا تھا۔ مائرہ اس معمول سے کافی مطمئن تھی۔ اسے نبیل سے باتیں کرنا اچھا لگتا تھا۔ اس کی ذات سے ایک عجیب سے تحفظ اور اپنائیت کا احساس ہوتا تھا۔ مگر امینہ احمد کو نہ جانے کیوں اس کا نبیل کے ساتھ آنا جانا پسند نہیں آیا اور انہوں نے صرف ایک ہفتے بعد ہی آرڈر جاری کر دیا کہ وہ ڈرائیور کے ساتھ دوسری گاڑی میں آیا جایا کرے اور مائرہ ظاہر ہے کہ ان سے اختلاف کرنے کی جرات کر ہی نہیں سکتی تھی۔ ان سے تو کوئی بہت عام سی بات کرتے ہوئے بھی اس کی زبان دس بار لڑکھڑایا کرتی تھی۔ اس لیے وہ ڈرائیور کے ساتھ جانے لگی۔ مگر چند روز بعد ہی ہنی نے اسے آفر کر دی کہ وہ اس کے ساتھ چلی جایا کرے کیونکہ وہ بھی چار بجے ہی اکیڈمی جانے کے لیے نکلتی تھی۔

مائرہ کا خیال تھا کہ شاید امینہ احمد اسے ہنی کے ساتھ جانے پر بھی منع کریں گی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ انہوں نے اسے کئی مرتبہ ہنی کے ساتھ جاتے دیکھا۔ مگر کچھ بھی نہیں کہا۔ ان کے اس رویے نے مائرہ کو کافی حیران کیا تھا۔ مگر وہ اپنی اس حیرت کا اظہار کسی پر بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے خود ہی الجھتی رہتی تھی۔

مصروفیت کی وجہ سے وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا اور پلک جھپکتے ہی تین ماہ گزر گئے پھر ادھر اس کا کورس مکمل ہوا اور ادھر فرسٹ ایئر میں اس کا ایڈمشن ہو گیا اور یوں اس کی زندگی میں پڑھائی کی وجہ سے جو مصروفیت آئی تھی۔ وہ اس طرح برقرار رہی۔ اسے چونکہ کورس کے دوران محنت کرنے کی کافی عادت پڑ گئی تھی۔ اس لیے کالج جا کر اسے اس عادت کی وجہ سے کافی فائدہ ہوا۔

اس بار اس کا ایڈمشن کروانے ہنی اس کے ساتھ گئی تھی۔ اسی کے مشورے پر مائرہ نے انگلش لٹریچر، ایجوکیشن اور اکنامکس کو بطور Subjects Elective کے چنا تھا۔ کالج میں ایڈمشن ہونے کے کچھ ہی دنوں کے بعد اس کی کچھ لڑکیوں سے دوستی بھی ہو گئی۔ اب اس کی زندگی کی گاڑی بہت روانی سے ایک ہی پٹڑی پر چل نکلی تھی۔ بعض اوقات اسے اپنی گزشتہ زندگی ایک خواب کی طرح محسوس ہوتی تھی۔ لاہور کے ماحول اور یہاں کی بہت مختلف زندگی نے کچھ ہی عرصے میں اس کی شخصیت کو کافی حد تک بدل ڈالا تھا اور یہ تبدیلی بہت حد تک خوشگوار تھی۔

☼ ☼ ☼

جم خانہ جانے کے لیے وہ تیار ہو کر نیچے آیا تھا۔ گرمی ان دنوں تقریباً" ختم ہو چکی تھی اور موسم کافی خوشگوار ہو رہا تھا۔ مگر اس کا یونہی کوئی کولڈ ڈرنک پینے کا موڈ بن گیا اور وہ پورچ کی طرف جانے کی بجائے کچن میں آ گیا۔ وہاں مائرہ برتن دھو رہی تھی۔ اسے کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوئی۔ مائرہ کو اس نے پہلے بھی کئی بار گھر کے چھوٹے موٹے کام کرتے دیکھا تھا اور اس نے ایک بار نبیل کو خود ہی بتایا تھا کہ اسے گھریلو کام کرنا پسند ہیں۔

نبیل نے اسے مخاطب کیے بغیر فریزر سے کولڈ ڈرنک کا ٹن نکالا اور واپس مڑ گیا۔ مگر دروازے کی طرف جاتے ہوئے اسے کچھ عجیب سا احساس ہوا۔ اس نے رک کر کچھ سوچا اور باہر جانے کی بجائے واپس کچن میں آ کر مائرہ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ مائرہ کی طرف بغور دیکھتے ہی وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ اس کا اندازہ ٹھیک ہی ثابت ہوا تھا۔ مائرہ برتن دھونے کے ساتھ ساتھ رو رہی تھی۔ کچن کے دروازے کی طرف جاتے ہوئے اسے جو ہلکی سی آواز سنائی دی تھی۔ وہ اس کی سسکی کی تھی۔ آنسوؤں سے اس کا پورا چہرہ بھیگا ہوا

تھا۔
"تم رو کیوں رہی ہو؟" اس نے قدرے حیرت سے سوال کیا۔ جواب میں وہ کچھ نہیں بولی۔ مگر آنسو کچھ اور روانی سے بہنے لگے تھے۔
"بتاؤ بھی کیوں رو رہی ہو۔ کسی نے کچھ کہا ہے؟" نبیل نے ایک بار پھر پوچھا۔ مگر اس بار اس کے لہجے میں حیرت کی جگہ ہمدردی نے لے لی تھی۔ مائرہ نے روتے روتے اس کی طرف دیکھا تو نبیل کو لگا کہ اس کا چہرہ اور آنکھیں دونوں ہی سرخ ہو رہی ہیں۔ وہ کچھ پریشان سا ہو گیا۔
"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" اس نے پہلے سوال کا جواب نہ ملنے کے باوجود نیا سوال کر ڈالا۔ اس بار مائرہ نے شدت سے نفی میں سر ہلایا اور رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔
"مجھے بہت تیز بخار ہے اور سر بھی چکرا رہا ہے۔ آنکھوں کے آگے بار بار اندھیرا سا چھا رہا تھا۔"
"تو پھر تم برتن کیوں دھو رہی ہو؟" نبیل نے حیرانی سے پوچھا۔
"آنٹی نے کہا تھا۔" ادھر سے جواب آیا۔
"تم نے ماما کو بتایا کہ تمہاری طبیعت خراب ہے۔"
"نہیں مجھے ان سے بہت ڈر لگتا ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔
"بے وقوف اس میں ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنی طبیعت تم نے خود تو خراب نہیں کی۔" وہ دوستانہ انداز سے بولا۔ "اچھا اب یہ سب چھوڑو اور میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔"
"مگر آپ تو جم جا رہے ہیں۔ آپ کو دیر ہو جائے گی۔" وہ نبیل کی طرف دیکھ کر معصومیت سے بولی۔ جو براؤن ٹریک سوٹ میں ملبوس جم جانے کے لیے بالکل تیار کھڑا تھا۔
"ایک دن دیر ہو جائے گی تو کوئی قیامت نہیں آجائے گی۔ فی الحال تم یہ سب چھوڑو۔" اس نے مائرہ کے ہاتھ سے زبردستی ایک پلیٹ لے کر ایک طرف رکھ دی۔ جو وہ دھونے لگی تھی۔ مائرہ کچھ گھبرا گئی۔
"لیکن وہ آنٹی۔۔۔ وہ خفا ہوں گی۔ خانساماں تو دو دن کی چھٹی لے کر گیا ہوا ہے وہ۔"
"ماما سے میں کہہ دوں گا۔ تم ان کی فکر نہ کرو۔"
نبیل نے اس کی بات کاٹ دی اور خود دو قدم پیچھے ہٹ کر ہاتھ میں پکڑا ہوا ٹن فریزر میں رکھنے لگا۔ مائرہ اگرچہ برتن دھونا بند کر چکی تھی۔ مگر ابھی تک تذبذب کے عالم میں کھڑی تھی۔ کولڈ ڈرنک کا ٹن رکھ کر نبیل اس کی طرف مڑا اور اسے یوں پریشان سا کھڑا دیکھ کر ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اس کی انتہا درجے کی بزدلی کبھی کبھار دوسروں کو یونہی زچ کر دیا کرتی تھی۔ نبیل نے کچھ کہے بغیر اس کا بازو پکڑا اور تقریباً زبردستی کھینچتا ہوا اسے اپنے ساتھ لے گیا۔
"تم اسے کہاں لے جا رہے ہو۔" لونگ روم سے گزرتے ہوئے امینہ احمد سے ان کا سامنا ہوا تھا۔ اور انہوں نے بڑی ناگواری سے نبیل سے پوچھا تھا۔ مائرہ کا بازو ابھی تک نبیل کی گرفت میں تھا۔ جسے اس نے امینہ احمد کے سامنے رکتے ہی چھوڑ دیا۔
"آپ بھی کمال کرتی ہیں ماما اسے اتنا تیز بخار ہے اور آپ نے اسے برتن دھونے پر لگا دیا۔" نبیل نے کچھ ناراضگی سے کہا۔
"ڈاکٹر کے پاس لے جا رہا ہوں میں اسے۔"
مائرہ کو اس وقت کافی حیرت ہوئی۔ جب امینہ احمد نے مزید کچھ نہیں کہا۔ اس نے لونگ روم سے نکلتے ہوئے مڑ کر ان کی طرف دیکھا۔ مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھیں۔ ہاتھ میں نیل فائل پکڑے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی لگ رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

نبیل اسے ایک پرائیویٹ کلینک میں لے آیا تھا۔ جہاں اگرچہ کافی رش تھا۔ مگر چونکہ ڈاکٹر اس کا شناسا تھا۔ اس لیے انہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ مائرہ کا چیک اپ کر کے ڈاکٹر نے اس سے معمول کے چند سوالات پوچھے اور نسخہ لکھنے لگا۔
"کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ بس انہیں ذرا سردی

لگ گئی ہے۔ موسم تبدیل ہو رہا ہے تو احتیاط کرنی چاہیے۔" نسخہ کمپوڈر کو دے کر اس نے مائرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"احتیاط تو یہ واقعی نہیں کرتی۔ ان دنوں حالانکہ سردی اچھی خاصی ہو چکی ہے۔ مگر میں نے اسے کبھی سویٹر پہنے نہیں دیکھا۔"

نبیل نے عام سے لہجے میں کہا تھا۔ مگر مائرہ نہ جانے کیوں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

پارکنگ کلینک کی اصل عمارت سے ذرا ہٹ کر بنائی گئی تھی۔ وہ دونوں اسی کی طرف جا رہے تھے۔ نبیل اس سے دو قدم آگے تھا۔ جب مائرہ کو اچانک ہی اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھاتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے اپنی پوری قوت جمع کر کے نبیل کو آواز دی۔ مگر وہ اتنی ہلکی تھی کہ نبیل بمشکل ہی سن سکا۔ اس کے باوجود اس نے فوراً ہی پلٹ کر مائرہ کی طرف دیکھا تھا اور اسے گرتے دیکھ کر لپک کر اس کی طرف آیا تھا اور اس نے گرنے سے پہلے ہی مائرہ کو اپنے بازوؤں میں سنبھال لیا۔

"کیا ہو گیا مائرہ؟" اس نے بہت پریشانی سے سوال کیا۔

"کچھ نہیں ایسے ہی چکر سا آ گیا تھا۔" سیدھی کھڑی ہوتی ہوئی وہ مدھم آواز سے بولی۔

"تم نے دوپہر کو کھانا کھایا تھا؟" نبیل کو اچانک خیال آیا۔ اس نے منہ سے کچھ بولے بغیر آہستہ سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"صبح ناشتہ کیا تھا؟" اس نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں بس چائے پی تھی۔" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔ نبیل کے ہونٹ بھنچ گئے۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں اور مائرہ کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف لے آیا۔ فرنٹ سیٹ پر اسے بٹھا کر وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

"دیکھو مائرہ! یہ ہوا ہمارا گھر ہے ہاں۔ اس کے اصول اور قوانین بڑے مختلف اور بڑے عجیب سے ہیں۔ یہاں سب کی زندگی اتنی مصروف ہے کہ اسے دوسروں کے بارے میں کچھ جاننے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ اگر تم خود اپنی ذات کو اہمیت نہیں دو گی۔ تو یہاں تمہارا گزارا ہونا بہت مشکل ہے۔"

گاڑی مین روڈ پر ڈالتے ہوئے وہ بہت نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا مائرہ چپ چاپ بیٹھی گود میں دھرے اپنے ہاتھوں کو گھورتی رہی۔

"تمہیں جب کوئی پرابلم ہو۔ کوئی تکلیف ہو۔ تو تم اسے خود تک رکھنے کی بجائے دوسروں کو بتایا کرو اور کسی کو نہیں تو کم از کم ہنی کو بتا دیا کرو۔ یا مجھے۔ لیکن اگر تم اکیلی کسی تکلیف کو جھیلنے کی کوشش کرو گی۔ تو یہ تمہارا خود پر ظلم ہو گا۔"

وہ مزید کہہ رہا تھا۔ مائرہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، میں آئندہ بتا دیا کروں گی۔" وہ اس کی سنجیدگی سے کچھ خائف ہو کر جلدی سے بولی۔

"ویسے گڈ۔ تم میں یہ بہت اچھی عادت ہے کہ تم بات جلدی مان لیتی ہو۔" وہ مبہم سا مسکرایا تھا۔ مائرہ کو اس کی مسکراہٹ سے کافی حوصلہ ہوا اور وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

وہ لوگ گھر پہنچے تو ہنی آ چکی تھی۔ نبیل نے اسے ساری بات بتائی تو وہ فوراً مائرہ کے لیے کھانا لے آئی۔ پھر جتنی دیر مائرہ کھانا کھاتی رہی۔ ہنی اسے لیکچر دیتی رہی۔ جو تھوڑی بہت کمی بیشی کے ساتھ تقریباً وہی تھا۔ جس سے نبیل بھی اسے راستے میں مستفید کرتا آیا تھا۔ مائرہ سر جھکائے ہنی کو سنتی رہی۔ آخر جب اس نے کھانا کھا لیا۔ تو ہنی خاموش ہوئی۔ مائرہ کو دوا کھلا کر اور چائے کا کپ دے کر سونے کا کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

مائرہ نے اس کی ہدایات پر پوری طرح سے عمل کیا تھا۔ مگر سونے سے پہلے وہ دیر تک نبیل اور ہنی کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

اگلے تین دن تک وہ کالج نہیں جا سکی۔ حالانکہ

اس کا بخار تو اگلے دن ہی اتر گیا تھا۔ مگر کمزوری کی وجہ سے اسے کالج جانے کی ہمت نہیں ہو سکی لہٰذا وہ سب کچھ بھلائے صرف آرام کرتی رہی۔ ہنی اور نبیل دن میں کئی کئی بار اس کی خیریت پوچھنے آتے تھے۔ یعنی البتہ صرف ایک بار ہی آئی تھی اور صرف چند منٹ بیٹھ کر واپس چلی گئی تھی۔ ان دنوں وہ یوں بھی میڈیکل کے انٹری ٹیسٹ کی تیاری میں بے حد مصروف تھی۔ احمد حسن کو مائرہ کے بیمار ہونے کا پتہ ہی نہیں تھا اور امینہ احمد نے اسے کبھی اتنی اہمیت کے قابل نہیں سمجھا تھا کہ اس کی عیادت کرنے بذات خود اس کے کمرے میں آتیں۔

مائرہ کو ان کا سرد رویہ اب پہلے جتنی تکلیف نہیں دیتا تھا۔ کیونکہ اتنے عرصے میں وہ اس کی عادی ہو گئی تھی۔ اس کے لیے یہ بھی غنیمت تھا کہ امینہ احمد نے کبھی اس پر کوئی خاص روک ٹوک نہیں کی تھی۔ بلکہ اس کے برعکس وہ اسے بری طرح سے نظر انداز کیے رکھتی تھیں۔ شاذ و نادر ہی اسے مخاطب کرتی تھیں۔

تین دن کے بعد اس نے دوبارہ سے کالج جانا شروع کر دیا۔ اس کا کالج گھر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس لیے وہ عموماً پیدل ہی جایا کرتی تھی۔ کیونکہ صرف پندرہ منٹ کا پیدل راستہ تھا۔ اس لیے اس نے شروع ہی سے کالج جانے کے لیے کسی سواری کا استعمال نہیں کیا تھا۔ مگر بیمار ہونے کے بعد جب وہ پہلے دن تیار ہو کر کالج جانے کے لیے نیچے آئی۔ تو ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ کرتے نبیل نے اسے پیدل جانے سے منع کر دیا۔

"تم ذرا رکو مائرہ میں چائے پی لوں۔ تو اکٹھے چلتے ہیں۔ ابھی تم کافی ویک ہو۔ تمہیں اتنا پیدل نہیں چلنا چاہیے۔" مائرہ اپنی چائے ختم کر کے ڈائننگ ٹیبل سے اٹھنے کو تھی جب نبیل نے کہا۔ اس وقت وہاں ان دونوں کے علاوہ یعنی اور ہنی بھی موجود تھیں احمد حسن ناشتہ کر کے دفتر جا چکے تھے۔ جبکہ امینہ احمد ابھی سو رہی تھیں۔

"اب میں بالکل ٹھیک ہوں اور پھر میرا کالج کونسا دور ہے۔ صرف پندرہ تو منٹ لگتے ہیں۔" مائرہ نے سہولت سے انکار کرنا چاہا۔

"ٹھیک ہو گئی ہو۔ تو کیا دوبارہ بیمار پڑنے کا ارادہ ہے۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے۔ نبیل ابھی تم بہت ویک ہو۔" ہنی نے ڈانٹا۔ تو وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔ حالانکہ اسے پیدل جانے میں ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ شروع شروع میں جب اس نے کالج میں داخلہ لیا تھا۔ تو ڈرائیور اسے چھوڑنے جاتا تھا۔ مگر پھر اس نے خود ہی اسے منع کر دیا اور پیدل آنے جانے لگی۔

"چلو مائرہ۔" چائے ختم کر کے نبیل نے اسے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مائرہ نے بھی اس کی تقلید کی اور یعنی اور ہنی کو خدا حافظ کہتی ہوئی اس کے پیچھے چل پڑی۔

کالج میں اس کا سارا دن بہت مصروف گزرا۔ تین دن کی غیر حاضری نے اس کا کام کافی بڑھا دیا تھا۔ اس لیے چھٹی کے بعد وہ کافی دیر سے باہر نکلی۔ بیشتر لڑکیاں جا چکی تھیں۔ پہلے وہ کچھ دوسری لڑکیوں کے ساتھ واپس جایا کرتی تھی۔ جو خود بھی پیدل آتی تھیں۔ مگر آج وہ سب جا چکی تھیں۔ اس لیے اسے اکیلے جانا تھا۔ مگر گیٹ سے باہر آ کر جب اس نے نبیل کو دیکھا۔ تو وہ حیران رہ گئی۔

"آپ یہاں؟" اس کے قریب آ کر وہ کچھ پریشان سی ہو کر پوچھ بیٹھی۔ جواب میں نبیل مدھم انداز سے مسکرا دیا۔

"تمہیں لینے آیا تھا۔" وہ اپنی کار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ مائرہ کو اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی کہ اسے انتظار کرتے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔ وہ دل ہی دل میں شرمندہ ہو گئی۔ اگر اسے پتہ ہوتا کہ نبیل اس کے انتظار میں باہر کھڑا ہے۔ تو وہ ہرگز باہر نکلنے میں اتنی دیر نہیں لگاتی۔ صبح نبیل کے استفسار پر ہی اس نے بتایا تھا کہ اس کی ایک بجے چھٹی ہوتی ہے۔ تب اسے اندازہ نہیں تھا کہ نبیل نے چھٹی کا ٹائم اس لیے پوچھا ہے۔ کہ وہ اسے لینے کے لیے آنا چاہتا تھا۔

"آپ کتنے بجے یہاں آئے تھے۔" گاڑی میں

بیٹھتے ہی اس نے سوال کیا۔

"ایک بجے۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

مائرہ کی شرمندگی میں اضافہ ہو گیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ کو کالج کے باہر آدھا گھنٹہ انتظار کرنا پڑا" آئی ایم سوری۔ مجھے بالکل بھی پتہ نہیں تھا کہ آپ باہر آئے ہوئے ہیں ورنہ میں ہرگز اتنی دیر نہیں لگاتی۔ دراصل میں کچھ نوٹس اتار رہی تھی۔ اس لیے مجھے دیر ہو گئی۔"

اس نے معذرت بھرے انداز سے کہا۔ اسے تو اس بات پر بھی شرمندگی ہو رہی تھی کہ نبیل صرف اسے لینے کے لیے اپنا کام چھوڑ کر آیا ہے اور کجا یہ کہ وہ آدھا گھنٹہ باہر کھڑا اس کا انتظار کرتا رہا۔

"اٹس اوکے یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ تمہیں معذرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ نرمی سے بولا۔ تو مائرہ اس کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

گھر تک پہنچنے میں انہیں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ نبیل نے گاڑی پورچ میں روکی۔ تو وہ اس کا شکریہ ادا کر کے اتر گئی۔ نبیل اس کے ساتھ نہیں اترا۔ اس نے مائرہ کو بتایا تھا کہ اسے واپس آفس جانا ہے۔ گاڑی سے اتر کر وہ کچھ سحر زدہ سی کھڑی اس وقت تک نبیل کی طرف دیکھتی رہی۔ جب تک اس کی گاڑی گیٹ سے باہر نہیں نکل گئی پھر جب چوکیدار نے گیٹ بند کر دیا۔ تو وہ گہری سانس لے کر پلٹی۔ مگر سامنے کھڑی امینہ احمد کو دیکھ کر بری طرح سے سٹپٹا گئی۔ وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو کر اس وقت باہر آئی تھیں۔ جب مائرہ نبیل کی گیٹ سے نکلتی ہوئی گاڑی کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اسے ان کی آمد کا بالکل بھی پتہ نہیں چلا تھا۔

اس نے بمشکل امینہ احمد کو سلام کیا۔ انہیں یوں اچانک سامنے دیکھ کر اس کی گویائی ہی گم ہو گئی تھی۔ ایک تو وہ ویسے ہی ان سے بہت ڈرتی تھی اور دوسرے اس وقت ان کے چہرے پر جو تاثرات تھے۔ انہوں نے اس کے خوف میں کئی گنا اضافہ کر دیا تھا۔ وہ نہایت خشمگیں نگاہوں سے اس کو گھور رہی تھیں۔ اس کے سلام کا جواب بھی انہوں نے نہیں دیا تھا اور چند لمحوں تک یونہی خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورتے رہنے کے بعد وہ اپنے مخصوص نخوت بھرے انداز سے اس کے قریب سے گزر کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئیں۔ جبکہ وہ خوف سے زرد چہرہ لیے تقریباً بھاگتی ہوئی اندرونی دروازے کو پار کر گئی تھی۔

امینہ احمد کے اس انداز کو یاد کر کے وہ بعد میں بھی کافی دیر تک پریشان ہوتی رہی تھی۔ اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ انہیں اس کا نبیل کے ساتھ آنا برا لگا ہے اور وہ چونکہ انہیں ناراض کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے اگلے دن دانستہ نبیل کے دفتر جانے کے بعد اپنے کمرے سے نکل کر باہر آئی تھی اور ناشتہ کیے بغیر ہی کالج روانہ ہو گئی تھی۔ چھٹی کے وقت اسے اگرچہ یقین تھا کہ نبیل نہیں آیا ہو گا مگر پھر بھی اسے دھڑکا سا لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ ہمدردی کے مارے اسے لینے کے لیے کل کی طرح آ ہی نہ گیا ہو۔

باہر نبیل موجود نہیں تھا۔ مگر ڈرائیور گاڑی لیے کھڑا تھا۔ مائرہ کو اس کے آنے پر حیرت ہوئی تھی۔

"مائرہ بی بی بیگم صاحبہ نے کہا ہے کہ آج سے میں آپ کو کالج لینے اور چھوڑنے آیا کروں۔"

مائرہ کے لیے پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے ڈرائیور نے اس کے استفسار پر مودبانہ انداز سے جواب دیا۔ تو وہ خود سے الجھتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ امینہ احمد کا رویہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

☼ ☼ ☼

وقت اپنی رفتار سے چل رہا تھا۔ مائرہ کی شخصیت میں کافی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ اب اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ سال بھر پہلے اتنی دبو اور بے اعتمادی سی لڑکی تھی۔ اب وہ ہر ایک سے اچھی طرح سے بات کرنے اور اپنی ذات کے متعلق خود فیصلے کرنے کے لائق ہو گئی تھی۔ گھر میں اس کا زیادہ تر وقت اب بھی پڑھتے ہوئے یا ہنی اور نبیل سے باتیں کرتے ہوئے گزرتا تھا۔ ہنی کا میڈیکل میں ایڈمشن ہو گیا تھا اور اس نے شہر میں اپنا گھر ہونے کے باوجود ہاسٹل میں بھی ایک کمرہ لے لیا تھا۔ جہاں اس کے کہنے کے مطابق پڑھائی والا ماحول ہونے کی وجہ سے وہ آسانی سے پڑھ سکتی تھی۔ اب وہ کبھی گھر پر ہوتی اور کبھی ہاسٹل میں۔

مائرہ کے فرسٹ ایئر کے پیپرز ہونے میں چار ماہ رہ گئے تھے۔ اس لیے اب وہ زیادہ تر وقت کتابوں کی دنیا میں ہی کھوئی رہتی تھی۔ اب تو اسے اپنے گاؤں اور پرانی زندگی کو یاد کرنے کے لیے بھی وقت نہیں ملتا تھا۔ وہ اپنی موجودہ زندگی سے اب کافی حد تک مطمئن ہو چکی تھی۔ لیکن ابھی بھی دو باتیں اس کے لیے پہلے ہی کی طرح تکلیف دہ تھیں۔ ایک اپنی دادی کی یاد اور دوسرے امینہ احمد کا سرد رویہ حالانکہ مائرہ ہر اس کام سے دور رہنے کی کوشش کرتی تھی۔ جو انہیں ناپسند تھا۔ مگر وہ پھر بھی اسے پسند نہیں کرتی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں اسے اپنے لیے ہمیشہ ایک عجیب سی سرد مہری اور نفرت نظر آتی تھی۔ جس کو محبت میں بدلنے کا مائرہ کے پاس کوئی طریقہ نہیں تھا۔

ان دنوں وہ زیادہ تر گھر پر ہی رہنے لگی تھیں۔ باہر اول تو جاتی نہیں تھیں اور اگر جاتی بھی تھیں تو واپسی رات کے کھانے سے پہلے پہلے ہی ہو جاتی تھی۔ مائرہ کو ہنی نے بتایا تھا کہ آج کل وہ نبیل کی شادی کے سلسلے میں پریشان ہیں۔

"اس میں پریشانی والی کیا بات ہے۔" مائرہ نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔

"دراصل نبیل کسی بھی لڑکی سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہو رہا جبکہ ماما چاہتی ہیں کہ وہ اس سال کے آخر تک ہر صورت شادی کر لے۔" ہنی لاپروائی سے بتا کر خاموش ہو گئی۔ تو مائرہ نے بھی چپ سادھ لی۔ مگر اس کے باوجود وہ دل ہی دل میں نبیل کے انکار کرنے کی وجوہات پر غور کرتی رہی تھی۔ مگر اسے کوئی خاص وجہ سمجھ میں نہیں آئی تو اس نے اپنا دھیان اس بات سے ہٹا لیا۔ مگر جب اسی رات کھانے کی میز پر سب کی موجودگی میں ہی امینہ احمد نے نبیل سے اس

خواتین ڈائجسٹ
میں قسط وار
عمیرہ احمد
کا خوبصورت
ایمان امید اور
شائع ہو گیا۔
خوبصورت سرورق اعلیٰ
آفسٹ پیپر مضبوط
قیمت ۱۸۰ روپے
ڈاک خرچ ۳۰ روپے
کتاب منگوانے کے
۲۱۰ روپے کا پیشگی ڈرافٹ
منی آرڈر ارسال
دستی خریدنے یا ڈاک
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
۳۷۔ اردو بازار کراچی
فون: ۲۶۳۶۱۷۰

موضوع پر بات شروع کردی۔ تو اس کا دھیان بھی ازخود اس طرف ہو گیا۔ امینہ احمد کا رویہ تحکمانہ تھا۔ وہ نبیل کو اب کسی صورت بھی ڈھیل دینے پر راضی نظر نہیں آرہی تھیں۔

"جانتے ہو تمہاری عمر تیس سال ہو چکی ہے۔ تمہاری عمر کے لوگ کئی کئی سال پہلے شادیاں کر چکے ہیں۔ تم اپنے سرکل میں سے کوئی ایک بھی لڑکا یا لڑکی مجھے دکھا دو جو تیس سال کی عمر اور ہر طرح سے اسٹیبلش ہونے کے باوجود کنوارہ پھر رہا ہو۔"

نبیل کے واضح انکار پر انہوں نے کچھ بھڑک کر کہا۔ مائرہ نے ڈرتے ڈرتے ان کے چہرے پر نظر ڈالی جو اس وقت غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ مگر نبیل ان کے غصے سے بالکل لاتعلق نظر آرہا تھا۔

"ماما! میں آپ کو ایک بار بتا چکا ہوں کہ مجھے ابھی شادیاں نہیں کرنی اور آپ کے سرکل میں تو کبھی بھی نہیں کرنی۔ پھر آپ کیوں اپنا وقت برباد کر رہی ہیں۔"

نرمی سے ہاتھ پونچھتے ہوئے وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔

"کیوں کیا برائی ہے۔ ہمارے سرکل میں۔"

"کوئی برائی نہیں ہے۔ مگر مجھے اپنے لیے کوئی ماڈل گرل درکار نہیں ہے۔ میں کسی ایسی لڑکی سے شادی کروں گا۔ جس کی پہلی اور آخری ترجیح میری ذات اور میرا گھر ہو۔ مجھے کوئی شمع محفل یا دنیا پر چھا جانے والی بیوی نہیں چاہیے۔"

قطعی لہجے میں کہتے ہوئے وہ کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ امینہ احمد کا غصہ بڑھ گیا۔

"میری طرف سے تم اب ساری عمر کنوارے بھی پھرتے رہو۔ میں تمہاری شادی کروانے میں کوئی دلچسپی نہیں لوں گی۔ مگر اتنا یاد رکھنا وہ تمہاری چراغ خانہ قسم کی بیوی اگر ہمارے اسٹیٹس سے میل نہ کھاتی ہوئی تو میں اسے کبھی اس گھر میں گھسنے نہیں دوں گی۔"

امینہ احمد کا لہجہ اب بھی کڑوا ہی تھا۔ مگر نبیل نے اس بار ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور ڈائننگ روم سے باہر چلا گیا تھوڑی دیر بعد امینہ احمد بھی اٹھ گئیں۔ احمد حسن اور یمنی پہلے ہی موجود نہیں تھے۔

"چلو خیر ہے۔ ٹینشن تو ختم ہوئی۔ اب ماما اس موضوع کو لے کر قبیح شام کبھی لمبی تقریریں تو نہیں کریں گی۔"

ہنی نے امینہ احمد کے جاتے ہی اطمینان سے کہا۔

"مگر نبیل بھائی ان کی بات مان کیوں نہیں لیتے۔ ان کی پسند سے نہ سہی اپنی پسند سے ہی شادی کر لیں۔" مائرہ صرف ہنی سے ہی اس طرح کی بات کر سکتی تھی۔ اس کی بات سن کر ہنی ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گئی۔

"پتہ نہیں کیوں پچھلے چند سال سے نبیل نے اپنی شادی کے موضوع سے بری طرح سے کترانا شروع کر دیا ہے۔ وہ تو مذاق میں بھی اپنی شادی کا کوئی تذکرہ سننا پسند نہیں کرتا۔ حالانکہ پہلے ایسا نہیں تھا۔"

ہنی کے لہجے میں الجھن تھی۔ مائرہ نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ مگر بعد میں وہ کافی دیر تک اسی بارے میں سوچتی رہی تھی۔

اس دن کے بعد امینہ احمد نے واقعی اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی۔ وہ ایک بار پھر اپنی سوشل سرگرمیوں میں مصروف ہو چکی تھیں اور گھر کا ماحول پھر سے چند ہفتے پہلے والا بن گیا تھا۔ جس کا اثر کسی اور پر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ مائرہ نے ضرور سکھ کا سانس لیا تھا۔ امینہ احمد کو ہر وقت سامنے دیکھ دیکھ کر سب سے زیادہ اسی کا سانس رکا کرتا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مائرہ! نبیل تمہاری تصویر بنانا چاہتا ہے۔"

اس شام باتوں باتوں میں ہنی نے کہا۔ تو وہ بری طرح سے چونک گئی۔

"میری تصویر؟" اس نے حیرانی سے اپنی طرف اشارہ کیا۔ ہنی نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس کا خیال ہے کہ تمہارے چہرے پر جو معصومیت ہے۔ وہ آج کل کے دور میں بہت مفقود ہوتی جا رہی ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ شہر کی چکا چوند تمہاری اس معصومیت کو بھی نگل لے۔ اس سے پہلے وہ تمہاری تصویر بنا لینا چاہتا ہے۔ بقول اس کے اس نے آج تک کسی معصوم چہرے کو پینٹ نہیں کیا اور اب وہ یہ تجربہ کرنا چاہتا ہے۔"

ہنی نے تفصیل سے بتایا۔ مائرہ کی حیرت ختم ہونے کی بجائے اور بڑھ گئی۔

"بڑی عجیب سی بات ہے۔ مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ میرا چہرہ معصوم ہے۔ مگر انہوں نے یہ بات مجھ سے کیوں نہیں کی۔ میرا مطلب ہے تصویر بنانے والی۔"

"وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے کہنے پر تم محض مروت میں تصویر بنوانے پر رضامندی ظاہر کرو۔ اس لیے اس نے مجھے کہا کہ میں تم سے پوچھوں۔ اگر تم خود تصویر بنوانا چاہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ چاہو تو انکار کر دو۔ کوئی دباؤ والی بات نہیں ہے۔ یوں تصویر بنوانا کونسا آسان کام ہے۔ گھنٹوں اسٹل ہو کر بیٹھنا پڑتا ہے میں نے اس لیے کبھی اپنی تصویر نہیں بنوائی۔"

"لیکن میں بنواؤں گی۔ میں تو خود ان سے فرمائش کئی بار کرتے کرتے رک گئی تھی۔ لیکن اب اگر وہ ایسا چاہتے ہیں تو میں بڑی خوشی سے یہ تصویر بنواؤں گی۔"

مائرہ نے سادگی سے کہا۔ تو ہنی نے شانے اچکا دیے۔

"جیسے تم چاہو۔ میں اسے بتا دوں گی کہ تم تصویر بنوانے کے لیے تیار ہو۔"

مائرہ کی تصویر بنانے کا خیال نبیل کو یونہی آیا تھا۔ وہ محض تجربے کے طور پر اس کی تصویر بنانا چاہتا تھا۔ مگر اس ایک تصویر نے مائرہ کی زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ اس کی ذات میں اتنی بڑی تبدیلی اتنی اچانک آئی کہ وہ حیران رہ گئی۔

وہ چھٹی کا دن تھا۔ نبیل کی ہدایت کے مطابق وہ ایک اسٹول پر بالکل سٹل ہو کر بیٹھی تھی۔ اور چونکہ اس کے سامنے نبیل ہی تھا۔ اس لیے وہ بلا ارادہ اسی کو سوچے جا رہی تھی۔ اسے وہ پہلے دن سے ہی اچھا لگتا تھا۔ اس کی ہمدرد طبیعت اور اپنی ذات کے لیے اس کی نرمی اسے بے حد پسند تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس کی شکر گزار ہو رہی تھی اور اس کی ذات کی اچھائیوں کے ساتھ ساتھ خود پر کیے ہوئے اس کے ڈھیروں چھوٹے چھوٹے احسانات کو بھی شمار کر رہی تھی۔ جو نبیل کو تو شاید یاد بھی نہیں تھے۔ مگر مائرہ کی زندگی انہوں نے بدل کر رکھ دی تھی۔

یونہی سوچتے سوچتے اس نے آنکھوں کا زاویہ ذرا سا بدل کر نبیل کی طرف دیکھا۔ وہ پورے انہماک سے پورٹریٹ بنا رہا تھا اور اپنے اردگرد سے بالکل بے خبر نظر آرہا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی اور آنکھیں ایزل پر موجود نامکمل تصویر پر مرکوز تھیں۔

اب پتہ نہیں یہ مسلسل اس کی اچھائیوں کو سوچتے رہنے کی وجہ سے ہوا تھا یا مائرہ کے دل کے کسی چور گوشے میں پہلے ہی سے نبیل کے لیے وہ خاص احساسات چھپے بیٹھے تھے۔ جو اچانک ہی سامنے آکر اس کی پوری ہستی کو ہلا کر رکھ گئے تھے۔ نبیل بہت ہینڈسم تھا۔ ذہین اور معاملہ فہم ہونے کے ساتھ ساتھ بہت نرم مزاج اور ہمدرد طبیعت کا مالک بھی تھا۔ مائرہ کو وہ بہت اچھا بھی لگتا تھا۔ اس کی قربت میں وہ بہت خوش رہتی تھی۔ مگر اس لمحے اس نے نبیل کے لیے جو کچھ محسوس کیا۔ وہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔

اسے ایک دم سے اپنی رگوں میں بجلی سی دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ دل یوں دھڑک رہا تھا کہ وہ اس کی آواز صاف سن رہی تھی۔ ماتھے کو ہاتھ لگائے بغیر ہی وہ جانتی تھی کہ اس پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
بال لمبے اور گھنے کرتا ہے

ملنے کا پتہ: ۳۷، اردو بازار، کراچی

چونک اٹھی ہوں گی اور چہرے دیکھے بغیر ہی اسے اس کے خطرناک حد تک سرخ پڑ جانے کا یقین ہو گیا تھا۔ وہ اپنی اس کیفیت سے ایک دم ہی گھبرا گئی۔ اسے اپنے جسم میں دھواں سا بھرتا محسوس ہونے لگا۔ وہ ایک دم ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"مائرہ کیا ہوا۔ کھڑی کیوں ہو گئی ہو؟" نبیل کا اچانک اس کے یوں اٹھ جانے سے اچانک ہی ٹوٹا تھا۔ وہ برش ہاتھ میں لیے کچھ حیرت سے مائرہ کے سرخ چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ جو خاموش کھڑی تھی۔ مگر اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ اس کے قریب چلا آیا اور اپنی مخصوص نرمی سے پوچھنے لگا۔ مائرہ کے لیے اس کے سامنے نظریں اٹھانا دوبھر ہو گیا۔ زبان تو جیسے گنگی کی ہو گئی تھی۔

"ہاں۔ میں میری طبیعت بہت خراب ہے۔" بڑی مشکل سے وہ بول پائی۔

"ہوا کیا اچانک؟ ابھی تو تم بالکل ٹھیک تھیں۔" نبیل نے بائیں ہاتھ سے اس کی کلائی تھام کر نبض محسوس کرنا چاہی۔ مائرہ کو یوں لگا کہ جیسے اس کی کلائی پر کسی نے جلتا ہوا انگارہ رکھ دیا تھا۔ اس نے بہت تیزی سے اپنی کلائی اس کی گرفت سے آزاد کروائی اور تیر کی طرح کمرے سے نکل گئی۔ جبکہ نبیل ساکت کھڑا حیرت سے اپنے ہاتھ میں پکڑے برش اور ایزل پر موجود ادھوری تصویر کو دیکھتا رہ گیا۔ خالی اسٹول جیسے اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

♥ ♡ ♥

اپنے کمرے میں گھستے ہی اس نے دروازہ لاک کیا اور پانی کا جگ اٹھا کر منہ سے لگایا۔ وہ یوں غٹاغٹ پانی پی رہی تھی۔ جیسے اس کے اندر کوئی الاؤ جل رہا ہو۔ جسے وہ اس پانی سے بجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر اندر جلتا ہوا الاؤ بجھنے کی بجائے مزید بھڑک رہا تھا۔

"مجھے کیا ہو گیا اچانک۔" بستر پر بیٹھتے ہوئے اس نے خود سے سوال کیا۔ مگر اندر سے کوئی جواب نہیں

آیا۔ وہ کتنی ہی دیر تک ساکت بیٹھی خود اپنی ہی دھڑکنوں کو شمار کرتی رہی۔ پھر جب دھیرے دھیرے اعصاب قابو میں آئے تو بستر پر لیٹ کر بازو آنکھوں پر رکھ لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے یکدم ہی دھیموں مناظر سامنے آ گئے تھے اور ہر منظر میں صرف نبیل کا ہی چہرہ تھا۔

اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ اسے نبیل کا تصور بھی ایک عجیب سی وحشت میں مبتلا کر رہا تھا۔ وہ خود کو اس کے بارے میں سوچنے سے باز رکھنا چاہتی تھی۔ مگر اسے اس مقصد میں کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ اس کی ساری سوچیں سارے تصور اور سارے خیال جیسے نبیل احمد کی ذات میں ہی اٹک کر رہ گئے تھے۔ اسے اپنی بے بسی پر غصہ آنے لگا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ کمرے میں موجود ایک ایک چیز کو توڑ کر پھینک دے۔ ہر چیز کو آگ لگا دے۔ مگر وہ ایسا کچھ کر نہیں سکی۔ بلکہ یونہی ساکت لیٹی دیواروں کو گھورتی رہی اور نبیل احمد کو سوچتی رہی۔

اسے ان سوچوں میں نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ جب دروازے پر اچانک ہونے والی دستک نے اسے چونکا دیا۔ وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

"دروازہ کھولو مائرہ۔" اب دستک کے ساتھ باہر سے ہنی کی آواز بھی آئی تھی۔ آج چھٹی کا دن تھا۔ اس لیے وہ بھی گھر پر ہی تھی۔ ورنہ اس وقت وہ یونیورسٹی میں ہوا کرتی تھی۔

ہنی کی آواز سن کر اسے نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر دروازہ کھولنا پڑا۔

"کیا کر رہی تھیں۔ میں نے اتنی مرتبہ دستک دی پھر تم نے دروازہ کھولا۔" ہنی نے اندر آتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔ کچھ نہیں۔ بس ذرا آنکھ لگ گئی تھی۔" وہ بلاوجہ ہی گڑبڑا کر رہ گئی تھی۔ ہنی نے بغور اس کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ تپا ہوا تھا۔ اور آنکھوں میں سرخی کی جھلک تھی۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔ تمہاری آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟" اس نے تشویش بھرے انداز سے پوچھا۔ مائرہ نے جلدی سے آنکھیں جھکائیں۔ اسے یوں لگا تھا۔ جیسے ہنی اس کی آنکھوں میں لکھی محبت کی تحریر کو پڑھنے لگی ہو۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس ذرا کچی نیند سے اٹھنے کی وجہ سے آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔" ہنی کی طرف دیکھے بغیر اس نے کہا۔ تو ہنی مطمئن سے انداز میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"میں تمہیں کھانے کے لیے بلانے آئی تھی۔ کھانا کھا لو پھر سو جانا۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" اس نے ہنی کو بتانا چاہا۔

"بھوک کیوں نہیں ہے۔ اتنے گھنٹے سلے تم نے ناشتا کیا تھا۔ پھر اب تک بھوک کیوں نہیں لگی۔ مجھے تو تمہارے ساتھ کوئی گڑبڑ لگ رہی ہے۔ ایک تو تم اپنی کوئی تکلیف بتاتی بھی نہیں ہو۔"

ہنی کا لہجہ کچھ مشکوک سا تھا۔ مائرہ یوں گھبرا گئی جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا۔ آپ یونہی پریشان ہو رہی ہیں۔ آپ نیچے چلیں۔ میں منہ دھو کر آ رہی ہوں۔" اس نے قدرے تیزی سے کہا تھا۔

"اچھا ذرا جلدی آنا۔" ہنی کہتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی اور مائرہ نے واش روم کا رخ کیا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر وہ چند منٹ تک ڈائننگ روم میں نہیں پہنچی۔ تو ہنی ایک مرتبہ پھر اسے بلانے کے لیے آ جائے گی۔

واش روم سے نکل کر اس نے بالوں پر ہلکے سے برش پھیرا اور آئینے میں اپنی شکل دیکھنے لگی۔ آنکھوں پر پانی کے چھپکے مارنے سے آنکھوں کی سرخی کم ہونے کی بجائے کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ مگر اسے یقین تھا کہ تھوڑی دیر بعد اس میں خود ہی کمی ہو جائے گی وہ آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی۔

ڈائننگ روم کی طرف جاتے ہوئے اس کا دل اس تصور سے تیز تیز دھڑک رہا تھا کہ وہاں موجود نبیل احمد کا سامنا وہ کیسے کرے گی کتنی ہی بار اس کا جی چاہا کہ وہ واپس بھاگ جائے اور کمرے کو لاک کر کے اندر کہیں چھپ جائے۔ مگر وہ اپنے اس خیال کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتی تھی۔

مرے مرے قدموں سے جب وہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئی تو یہ دیکھ کر اس نے سکون کا سانس لیا کہ وہاں ہنی کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔

"شکر ہے تمہاری سواری بیدار ساری آ گئی۔ میرے تو پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔" ہنی نے اسے دیکھتے ہی کہا تھا۔ مائرہ خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"باقی لوگ کھانا نہیں کھائیں گے؟" اپنے لیے سالن نکالتے ہوئے اس نے ہنی سے سوال کیا۔

"باقی لوگ کون صرف نبیل ہی گھر پر تھا اور وہ بھی ابھی تھوڑی دیر پہلے کہیں باہر نکل گیا۔" ہنی لاپروائی سے بولی۔ تو مائرہ بھی خاموشی سے سر جھکا کر کھانا کھانے لگی۔

♥ ♡ ♥

نبیل کی محبت کی کونپل اس کے دل میں بالکل اچانک پھوٹی تھی۔ یا کم از کم اسے اس محبت کا ادراک اچانک ہوا تھا اور محبت کے اس ادراک نے اس کی نیندیں حرام کر کے رکھ دی تھیں۔ اسے ہر وقت ایک عجیب سی وحشت اور بے چینی کا احساس رہتا۔ نبیل کہیں نظر آ جاتا تو ہاتھوں پیروں سے جیسے جان ہی نکل جاتی تھی اور وہ جو کچھ دن پہلے تک گھنٹوں نبیل کے سامنے بیٹھی بے تکلفی سے باتیں کیا کرتی تھی۔ اب اس کا سامنا کرنے سے بھی کترانے لگی تھی۔ اس کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ وہ نبیل کے سامنے نہ جائے اور اپنی اس کوشش کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اس نے خود کو اپنے کمرے تک محدود کر لیا تھا۔ رات کے کھانے پر نبیل عموماً ڈائننگ ٹیبل پر نظر آتا تھا۔ اس لیے اس نے رات کو کھانے کے لیے نیچے جانا ہی چھوڑ دیا۔

نبیل سے اس کے گریز میں اتنی شدت تھی کہ کچھ ہی دنوں میں وہ باقی سب سے بھی اس کے ساتھ ساتھ

کٹ کر رہ گئی۔ حالانکہ اب اس کا دل چاہتا نبیل کو دیکھنے کے لیے اس سے باتیں کرنے کے لیے مچلتا تھا۔ اس سے پہلے کبھی نہیں مچلا تھا۔ اس کے دل میں خوف بیٹھ گیا تھا کہ اگر وہ نبیل کے سامنے جائے گی تو اس کے دل میں چھپی نبیل کی محبت کا راز سب پر عیاں ہو جائے گا اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ نبیل احمد اور وہ دریا کے دو کنارے ہیں۔ جن کا ملنا ممکن ہے لیکن تو نبیل ہی شاید اس جیسی معمولی لڑکی کی محبت قبول نہ کرے اور اگر اس نے ایسا کر لیا تب بھی نبیل احمد کی شخصیت ہر لحاظ سے پرکشش اور بہت بہتر ہو گی۔ وہ تو اسے ویسے ہی ناپسند کرتی تھیں۔ ایسی کوئی بات سن کر تو وہ اسے گھر سے ہی نکال دیتیں۔

اسے طرح طرح کے خیالات اور وہم سارا دن پریشان کرتے۔ وہ کسی سے ان خیالات کو شیئر بھی نہیں کر سکتی تھی۔ گھر کے کسی فرد سے ایک طرف اس نے تو اپنی کسی دوست سے بھی اس بات کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے رویے میں اچانک پیدا ہونے والی تبدیلی چھپی نہیں رہ سکی تھی۔ سب سے پہلے اس کی دوستوں نے شکایت کی کہ وہ بہت کھوئی کھوئی سی رہنے لگی ہے۔ ان کے بیچ میں بیٹھ کر بھی ان کے ساتھ نہیں ہوتی پھر ایک روز امی کو بھی اس کے بارے میں ایسا ہی احساس ہو گیا۔ تو اس نے بھی پوچھ ڈالا۔ بلکہ وہ تو اپنی عادت کے مطابق اس کے پیچھے ہی پڑ گئی تھیں۔ مائرہ نے اس کو بڑی مشکل سے یہ کہہ کر ٹالا کہ اس کے پیپرز ہونے والے ہیں۔ اور وہ ان کی تیاری کے سلسلے میں مصروف رہتی ہے۔ اس لیے الگ تھلگ رہنے لگی ہے۔ امی پتہ نہیں اس کے اس بہانے سے مطمئن ہوئی تھیں یا نہیں مگر اس نے بہرحال پھر یہ تذکرہ نہیں کیا تھا۔

♥ ♡ ♥

دروازے پر دستک کی آواز سن کر اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب ٹیبل پر رکھ دی اور کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ آج کئی دنوں کے بعد اس نے کسی کتاب کو ہاتھ لگایا تھا۔ ورنہ تو اسے ان کا دھیان تک نہیں آیا تھا۔ دروازہ اس نے کافی لاپروائی سے کھولا تھا مگر سامنے کھڑے نبیل کو دیکھ کر اس کا رنگ ایک دم ہی فق ہو گیا۔

"آپ...؟"

"کیوں میں یہاں نہیں آ سکتا؟" اس نے نرمی سے سوال کیا تھا۔

"نہیں نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ آپ آئیے اندر آجائیے۔"

"میں تمہاری یہ تصویر دینے آیا تھا۔ کئی دن ہو گئے تھے اس کو مکمل کیے مگر تم مجھے کہیں ملی نہیں ورنہ میں تمہیں پہلے ہی یہ دے دیتا۔" اندر آ کر اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک پیکٹ سا اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ مائرہ نے اسے پکڑ کر کھولا۔ تو اپنی تصویر دیکھ کر حیران سی ہو گئی۔

"آپ نے کیسے بنائی۔ میرا مطلب ہے۔ میری موجودگی کے بغیر ہی۔" اس نے کچھ حیرت سے سوال کیا۔ جواب میں نبیل مسکرا دیا۔

"سارے سوال کھڑے کھڑے ہی کرو گی بیٹھنے کو نہیں کہو گی۔" وہ شرمندہ ہو گئی۔

"اوہ سوری مجھے دھیان ہی نہیں رہا۔ آپ بیٹھیں پلیز۔"

نبیل پیچھے ہٹ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ مائرہ نے تصویر ٹیبل پر رکھ دی اور خود بھی دوسری کرسی پر بیٹھ گئی۔

"میں نے تصویر کی آؤٹ لائن تو ساری بنالی تھی۔ اس لیے باقی کام تمہاری موجودگی کے بغیر ہی ہو گیا۔ ویسے تمہیں اس روز اچانک ہوا کیا تھا؟" تو وضاحت کرتے کرتے آخر میں اس نے وہ سوال داغ دیا۔ جس سے وہ بچنا چاہتی تھی۔

"وہ دراصل میں اس طرح اسٹل بیٹھے بیٹھے بہت گھبرا گئی تھی۔ عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ گھٹن اور بے چارگی سی محسوس ہو رہی تھی اس لیے۔" ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بمشکل بولی تھی۔

"تو تم مجھے کہہ دیتیں میں کام بند کر دیتا۔" اس نے فوراً کہا۔ جس پر مائرہ خاموشی سے سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ نبیل چند لمحے خاموشی سے اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھتا رہا پھر کچھ جھجکتے انداز سے بولا۔

"پتہ نہیں کیوں مگر مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ تم کچھ پریشان ہو۔ بہت بدلی بدلی سی اور مختلف لگ رہی ہو۔ پچھلے کچھ دنوں میں میں نے کئی بار یہ بات محسوس کی ہے۔ مگر پچھلے دنوں میری مصروفیات کچھ اس نوعیت کی رہیں کہ مجھے تم سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

مائرہ نے بے اختیار ہی سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس کی جانب متوجہ تھا۔ اس نے ایک بار پھر سر جھکا لیا۔

"کیا تم مجھے اپنی پریشانی نہیں بتاؤ گی۔ آخر ایسی کون سی بات ہے۔ جس نے تمہیں اتنا اپ سیٹ کر کے رکھ دیا ہے کہ تمہارے چہرے کی چمک ماند پڑ گئی ہے اور آنکھیں حلقوں کی زد میں آگئی ہیں۔ اگر تمہیں کسی بھی طرح کی کوئی پرابلم ہے تو تم مجھ سے کہو میرے لیے تم بالکل ہنی اور فضی جیسی ہو۔ میں نے کبھی تم تینوں میں کوئی فرق نہیں کیا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ مائرہ کو جھٹکا سا لگا۔

"نہیں میرا مطلب ہے مجھے کوئی پرابلم نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو کیا میں آپ سے چھپاتی۔" وہ جلدی سے بولی۔ "بس ذرا پیپرز کی ٹینشن ہے۔"

"تم بتانا نہیں چاہتیں تو دوسری بات ہے ورنہ پرابلم کوئی اور ہے۔" وہ پورے یقین سے بولا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ یقین کریں یہی بات ہے۔"

"چلو تم کہتی ہو تو میں مان لیتا ہوں۔ حالانکہ اتنا تو مجھے بھی پتہ ہے کہ پیپرز کی ٹینشن جتنی مرضی ہو انسان دنیا سے یوں بالکل ہی کٹ کر نہیں رہ جاتا کہ کھانا بھی سب سے الگ کھانے لگے تم مجھے پریشان کر رہی ہو۔"

اس کا لہجہ اگرچہ بہت سادہ تھا۔ مگر مائرہ کو شرمندگی سی ہونے لگی۔ اسے کبھی اندازہ نہیں ہوا تھا کہ نبیل اس کی ذات کو اتنی اہمیت دیتا ہے کہ اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں تک کو بھی نوٹ کرتا ہے۔ اس لیے وہ ابھی اس کی نظر میں آ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے آپ کو کوئی شکایت نہیں ہو گی۔" ایک فیصلے پر پہنچ کر اس نے کچھ مسکرا کر کہا۔

"گڈ، شیور۔" نبیل اس کو مسکراتے دیکھ کر مطمئن سا ہو گیا تھا اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

نبیل کے جانے کے بعد وہ اپنی اسٹڈی ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی پر آ بیٹھی اور اس کی باتوں کو دل میں دہرانے لگی۔

"مجھے خود کو سنبھالنا ہو گا۔ فرار کا جو راستہ میں نے اختیار کیا ہے۔ وہ واقعی غلط ہے۔ اب میں ایسا نہیں کروں گی۔ اپنی محبت کو چھپانے کے لیے دنیا سے کٹ کر رہنا کسی طور درست نہیں اس طرح لوگ زیادہ تجسس میں مبتلا ہوتے ہیں۔"

اپنے فیصلے پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے اس نے سوچا۔ اور کتاب کھول کر پڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔

♥ ♡ ♥

پھر اگلے کئی دنوں تک وہ یہی کوشش کرتی رہی کہ اس کی ذات سے جن جن لوگوں کو شکایتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ انہیں مطمئن کر دے۔ اس نے پہلے کی طرح سب میں گھلنا ملنا شروع کر دیا۔ کالج میں دوستوں کے ساتھ اس کی گفتگو میں پہلے جیسی روانی آگئی تھی۔ گھر پر بھی اس نے پہلے جیسا رویہ اپنا لیا تھا۔ سب کے ساتھ کھانا کھاتی۔ ہنی گھر پر ہوتی تو اس سے دیر تک باتیں کرتی اور پڑھائی پر توجہ دینے کی پوری پوری کوشش کرتی۔ نبیل کو دیکھ کر کترانا بھی اس نے چھوڑ دیا تھا مگر وہ اپنی پوری کوشش کے باوجود اس سے پہلے کی طرح فری ہو کر بات نہیں کر پاتی تھی۔ اس کا سامنا کر کے وہ ابھی بھی گھبرا جاتی تھی۔ مگر اب وہ اس گھبراہٹ کا پتہ کسی دوسرے کو چلنے نہیں دیتی تھی۔ اس نے نبیل کی محبت کو اپنے دل میں چھپا لیا تھا۔ وہ کسی کو بھی یہ راز عیاں کرنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن خود کو اس کے بارے

میں سوچنے سے وہ باز نہیں رکھ پاتی تھی۔ اکثر رات کی تاریکیوں میں وہ گھنٹوں اس کو سوچا کرتی۔ اسے پتہ تھا۔ نبیل اسے نہیں مل سکتا۔ لیکن پھر بھی جب بھی وہ اپنی آئندہ زندگی کا نبیل کے بغیر تصور کرتی تو وہ زندگی اسے موت سے بھی بدتر محسوس ہونے لگتی۔ ایسے میں وہ گھبرا کر اپنے لیے سکون کی دعا مانگنے لگتی نبیل احمد تو اسے اپنی دعاؤں سے بہت بڑا لگتا تھا۔ اس لیے اسے تو وہ دعا میں بھی مانگنے کا حوصلہ نہیں کر پاتی تھی۔

کالج سے فری ہونے کے بعد اس نے ایک اکیڈمی جوائن کر لی اور خود کو پڑھائی میں مصروف کر لیا۔ لیکن ہزار مصروفیات کے باوجود وہ خود کو نبیل کے لیے سوچنے سے باز نہیں رکھ پاتی تھی۔ بعض اوقات اس کا شدت سے دل چاہتا کہ وہ نبیل کو جا کر بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرنے لگی ہے۔ لیکن وہ ایسا کرنے کی ہمت خود میں جمع نہیں کر پاتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے منہ سے ایسی بات سن کر نبیل اسے کوئی غلط لڑکی سمجھنے لگے یا اس کے لیے کوئی بری رائے قائم کر لے۔

پیپرز ختم ہوئے تو اس نے کمپیوٹر کورس میں داخلہ لے لیا اور اس کا کورس ختم ہونے سے پہلے ہی کالج کھل گئے اور اس کی سیکنڈ ایئر کی کلاسز ہونے لگیں۔ تب تک اسے اپنے اندر کو چھپانے میں کافی مہارت حاصل ہو گئی تھی۔ اب وہ ہر ایک کو بالکل نارمل لگتی تھی۔ مگر صرف اسے معلوم تھا کہ اس کے دل میں نبیل احمد کے لیے کتنی شدید محبت ہے۔

♥ ♡ ♥

محبت آگ کی صورت
بجھے سینوں میں جلتی ہے تو دل بیدار ہوتے ہیں
محبت کی تپش میں کچھ عجب اسرار ہوتے ہیں
کہ جتنا یہ بھڑکتی ہے عروس جاں مہکتی ہے
دلوں کے ساحلوں پہ جمع ہوتی اور بکھرتی ہے
محبت جھاگ کی صورت
محبت آگ کی صورت

نبیل کو سامنے سے آتا دیکھ کر اس نے جلدی سے کتاب بند کر دی اور پوری جان سے اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ شام اگرچہ ابھی پوری طرح سے نہیں اتری تھی۔ مگر سردی کا موسم ہونے کی وجہ سے ڈھلتی دھوپ زیادہ ہی زرد اور مدھم محسوس ہو رہی تھی۔

"ہیلو برائٹ گرل کیا ہو رہا ہے اکیلے اکیلے۔"

وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنی ازلی بے تکلفی سے پوچھ رہا تھا۔ ڈارک براؤن شرٹ اور آف وہائٹ پینٹ میں ملبوس مائرہ کو وہ ہمیشہ سے زیادہ نکھرا نکھرا سا محسوس ہوا۔ جیکٹ اس نے پہننے کی بجائے یونہی شانے پر ڈال رکھی تھی۔

"آپ آج جم نہیں گئے۔" اس کے سوال کے جواب میں مائرہ نے سوال جڑا۔

"نہیں آج دراصل مجھے کہیں اور جانا ہے۔"

"اور کہاں؟" مائرہ نے بے صبری سے اگلا سوال پوچھا۔ تو وہ بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے دلکشی سے مسکرانے لگا۔

"ہے ایک کام کسی سے ملنے جانا ہے۔ تم چلو گی میرے ساتھ؟"

"میں۔" وہ سوچ میں پڑ گئی۔ "میں کیسے جا سکتی ہوں۔ میرا مطلب ہے۔ آپ تو اپنے کسی دوست یا جاننے والے سے ملنے جا رہے ہوں گے۔ میں آپ کے ساتھ جا کے کیا کروں گی۔"

اس کا انداز نیم رضامندی والا تھا۔

"وہی جو میں کروں گا چائے پینا اور گپ شپ کرنا دراصل میرا یہ دوست کافی عرصے بعد کینیڈا سے آیا ہے۔ ہم لوگوں نے M.B.A اکٹھے کیا تھا۔ پھر اسے کینیڈا میں جاب مل گئی تو وہ وہاں چلا گیا اور میں نے اپنا بزنس شروع کر دیا۔ ان دنوں وہ چھٹی پر پاکستان آیا ہوا ہے۔ میں نے سوچا میں اس سے مل ہی لوں۔ تم نے اگر چلنا ہے تو چلو اس کی فیملی سے میں کئی بار مل چکا ہوں۔ اس کے پیرنٹس اور بہن بھائی بہت ملنسار لوگ ہیں۔"

نبیل نے اپنے دوست کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے ایک بار پھر سے اپنی آفر دہرائی تھی۔

"لیکن مجھے تو وہ لوگ جانتے بھی نہیں ہوں گے۔" وہ ابھی تک تذبذب کا شکار تھی۔

"تو کیا ہوا۔ مجھے تو جانتے ہیں ناں اور تم میرے ساتھ جاؤ گی۔"

اس کا لہجہ سادہ تھا۔ مگر مائرہ کو پھر بھی اس کی کسی ہوئی بات چونکا گئی۔ اس کا چہرہ ایک دم گلابی ہو گیا۔

"ٹھیک ہے میں چلتی ہوں۔ تیار ہونے کی ضرورت تو نہیں ہے ناں میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی نہا کر یہ کپڑے چینج کیے ہیں۔"

اپنے سفید بے داغ لباس پر نظریں دوڑاتے ہوئے اس نے رائے لینے والے انداز سے پوچھا۔

"کپڑے ٹھیک ہیں۔ بس کوئی سویٹر وغیرہ پہن آؤ۔ کیونکہ میرے پاس ایک ہی جیکٹ ہے اور واپسی تک اچھی خاصی ٹھنڈ ہو جائے گی۔ جس میں قربانی کا بکرا بننا میرے لیے کچھ مشکل ہو گا۔"

نبیل نے خوشدلی سے کہا تو وہ ہنستے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

♥ ♡ ♥

نبیل کے دوست مراد کی فیملی واقعی بہت ملنسار ثابت ہوئی اس کی دونوں چھوٹی بہنیں اور بھائی اس سے لمحوں میں فری ہو گئے۔ جیسے وہ اکثر وہاں آتی رہتی ہو۔ نبیل تو جتنی دیر وہاں رہا مراد سے ہی گفتگو میں مصروف رہا۔ جبکہ وہ مراد کی امی اور اس کے بہن بھائیوں کے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ مراد کی امی بہت نرم خو اور محبت کرنے والی خاتون ثابت ہوئی تھیں۔ انہوں نے مائرہ سے ڈھیر ساری باتیں کیں۔ لیکن ایک بار بھی اس کی پچھلی زندگی کو کریدنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ مائرہ انہیں اپنے بارے میں صاف لفظوں میں بتا چکی تھی کہ دنیا میں اس کا کوئی قریبی رشتے دار نہیں ہے اس لیے وہ احمد حسن کے گھر رہ رہی ہے۔ مائرہ کو ان کے گھر وقت گزرنے کا بالکل بھی احساس نہیں ہوا ساری شام باتوں میں گزر گئی آخر جب نبیل نے اندر آ کر اسے چلنے کے لیے کہا۔ تو وہ ہوش میں آئی۔

"ارے اتنی دیر ہو گئی۔ مجھے بالکل بھی پتہ نہیں چلا۔" وہ کچھ حیرانی سے کہتی ہوئی کھڑی ہوئی تھی۔ مگر مراد کی امی نے اسے اٹھتے دیکھ کر فوراً ٹوک دیا۔

"تم کیوں کھڑی ہو رہی ہو۔ تم لوگ ابھی نہیں جاؤ گے کھانا کھا کر جانا۔"

"نہیں آنٹی کھانے وغیرہ کا تکلف رہنے دیں۔ بہت دیر ہو جائے گی۔" نبیل نے نرمی سے انکار کرنا چاہا۔

"اس میں تکلف والی کیا بات ہے۔ تم دونوں میرے بچوں جیسے ہو اور اپنے بچوں کو کیا میں ایک وقت کا کھانا بھی نہ کھلاؤں۔ بیٹھ جاؤ آرام سے تمہیں کونسا دوسرے شہر جانا ہے۔ جو تمہیں دیر ہو جانے کی فکر لگ گئی ہے۔"

انہوں نے قطعی لہجے میں کہا۔ تو نبیل کے کچھ بولنے سے پہلے ہی مائرہ واپس بیٹھ گئی اس کا دل بھی اتنی اچھی کمپنی چھوڑ کر جانے کو نہیں کر رہا تھا۔

"چلو جی، جن پہ تکیہ تھا۔ وہی پتے ہوا دینے لگے۔" اسے یوں بیٹھتے دیکھ کر نبیل نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ جس پر سب ہنس پڑے اور مائرہ نے جلدی سے رخ موڑ لیا۔

پھر وہ لوگ رات کا کھانا کھا کر اور کافی پی کر وہاں سے نکلے تو اچھی خاصی رات ہو چکی تھی۔ سردی کا موسم عروج پر ہونے کی وجہ سے سڑکیں بھی جلدی سنسان ہو جاتی تھیں۔ نبیل اسی لیے واپسی پر خاصی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا اور مائرہ اس کے برابر فرنٹ سیٹ پر مسرور سی بیٹھی دھند میں لپٹے شہر کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بہت خوش تھی آج کی پوری شام اسے کسی خوشگوار خواب کی طرح لگ رہی تھی۔ دل ہی دل میں وہ نبیل کی شکر گزار بھی ہو رہی تھی۔ جو اسے مراد کے گھر اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔

"کیا بات ہے مائرہ تم بہت خوش نظر آ رہی ہو؟"

احتیاط سے ایک موڑ کاٹتے ہوئے نبیل نے اس کی طرف دیکھے بغیر سوال کیا۔ تو مائرہ کو کوئی حیرت نہیں

ہوئی۔ وہ نبیل کی قوت مشاہدہ سے اچھی طرح سے واقف تھی۔

"میں واقعی بہت خوش ہوں۔ میری آج کی شام اتنی اچھی گزری ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اتنے اچھے لوگوں سے ملوایا۔"

اس کے لہجے میں کھنک تھی۔ نبیل نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں مدہم روشنی میں بھی ہیروں کی طرح دمک رہی تھیں۔

"مراد کی ساری فیملی واقعی بہت اچھی ہے۔ مگر تمہارے چہرے پر جو خوشی مجھے نظر آرہی ہے وہ کچھ ضرورت سے زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"ہاں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ وجہ مراد کی امی ہیں۔" وہ اچانک ہی سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"میں نے اپنی ماں کو بہت بچپن میں دیکھا تھا۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں اور جب ان کا انتقال ہو گیا۔ تو میں ایک عجیب سے احساس عدم تحفظ کا شکار ہو گئی۔ میری دادی نے اگرچہ مجھے بہت پیار دیا۔ مگر میرے اندر ماں سے محرومی کا احساس ہمیشہ زندہ رہا اور آج پہلی بار مراد کی امی سے مل کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اندر جلتی محرومی کی اس آگ پر چھینٹے پڑ گئے ہوں۔ ان سے مل کر مجھے ایسا لگا۔ جیسے میں اپنی ماں سے مل رہی ہوں۔ اس لیے میرا وہاں سے آنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔"

اس کی آواز بھرا گئی اور خلا میں گھورتی آنکھیں چمک اٹھیں۔ جن کو اس نے فوراً ہی اپنی ہتھیلی سے رگڑ ڈالا۔ نبیل نے ایک تاسف بھری نظر اس پر ڈالی اور نرمی سے بولا۔

"میں نے یونہی تمہیں رلا ڈالا آئی ایم سوری۔"

"آپ سوری کیوں کر رہے ہیں۔ مجھے آپ نے نہیں میرے اندر کی محرومی نے رلایا تھا۔"

مائدہ کو اس کا معذرت کرنا اچھا نہیں لگا۔ تو فوراً بول اٹھی۔

"اچھا آئس کریم کھاؤ گی۔" اس کا دھیان بٹانے کے لیے نبیل کو ہمیشہ آئس کریم کا خیال ہی آتا تھا۔

مائدہ آہستہ سے ہنس دی۔

"میں کوئی پاگل ہوں۔ جو اتنی ٹھنڈ میں آئس کریم کھاؤں گی میری تو اپنی قلفی جمنے کو ہے۔"

اس کے لہجے میں کھنک ایک بار پھر لوٹ آئی تھی۔ نبیل نے اطمینان سا محسوس کیا۔

"خوش رہا کرو تم مسکراتی ہوئی ہی اچھی لگتی ہو۔"

اس نے یونہی عام سے انداز سے کہا تھا۔ مگر مائدہ بعد میں کتنی ہی دیر تک اس ایک فقرے کو دل ہی دل میں دہراتی رہی اور ہر بار نئے سرے سے خوش ہوتی رہی۔

♥ ♡ ♥

گھر میں ہنی کی شادی کا ہنگامہ اچانک ہی جاگا تھا۔ امینہ احمد تو کافی عرصے سے ہنی کی شادی کر دینے کی خواہش مند تھیں۔ مگر ہنی ہر بار ابھی نہیں کہہ کر بات ختم کر دیتی۔ اسے اپنے لیے آئے ہوئے پرپوزل میں کوئی نہ کوئی خامی بڑی آسانی سے مل جایا کرتی تھی۔ جس کو بنیاد بنا کر وہ ہر بار صاف دامن بچا جاتی۔ مگر معاذ نذیر کو اس نے فوراً ہی اوکے کر دیا تھا وہ احمد حسن کے ایک کاروباری دوست کا بیٹا تھا۔ لیکن خود اس کو بزنس میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔ بلکہ وہ مقامی ہاسپٹل میں نیورو لوجسٹ تھا۔ اگرچہ وہ ہنی سے عمر میں کئی سال بڑا تھا۔ مگر دونوں کے خیالات بہت ملتے جلتے تھے۔ اس لیے ان کی انڈر سٹینڈنگ بہت جلدی ہو گئی۔

پہلی بار وہ اپنے ڈیڈی کے ساتھ ان کے گھر احمد حسن اور امینہ احمد کی ویڈنگ اینور سری کے موقع پر تقریباً "دس ماہ پہلے" آیا تھا۔ ہنی اس کو پہلی ملاقات میں ہی اچھی لگی تھی بعد میں مختلف مواقع پر ان دونوں کی کئی بار ملاقات ہوئی اور معاذ کے دل میں پسندیدگی کا نقش مزید گہرا ہوتا چلا گیا۔ آخر اس نے ہنی سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ہنی کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد اپنے والدین کو احمد حسن اور

امینہ احمد سے شادی کی بات کرنے کے لیے بھیج دیا اور اس طرح چند ہفتوں بعد ہی معاذ اور ہنی کی منگنی کر دی گئی۔ شادی مارچ کے دوسرے ہفتے میں کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اور چونکہ مارچ میں چند ہی ماہ رہ گئے تھے اس لیے امینہ احمد نے بہت تیزی سے شادی کی تیاریاں بھی شروع کر دیں۔ وہ ہنی کو اپنے ساتھ لگانے کی بھی پوری کوشش کرتی تھیں۔ مگر ہنی ہر بار دامن بچا جاتی۔ اس کے فائنل پیپرز تو کب کے ہو چکے تھے مگر اس نے میگزین کی جاب ابھی تک نہیں چھوڑی تھی۔

مائدہ جہاں ہنی کی شادی کے خیال سے خوش تھی۔ وہیں اس کو ہنی کے دور جانے کا تصور بھی پریشان کرتا تھا۔ اگرچہ ہنی کی سسرال لاہور میں ہی تھی۔ مگر اسے اس گھر سے تو چلے ہی جانا تھا۔ مائدہ کو ہنی سے بہت محبت تھی اور اس کی جدائی کا تصور ہی اس کے لیے سوہان روح بنا ہوا تھا۔ بعض اوقات وہ چھپ چھپ کر روتی تھی۔ مگر اس نے کبھی کسی کے سامنے اپنی اس کمزوری کو ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔

شادی سے چند ہفتے پہلے ہنی نے میگزین کی جاب بھی چھوڑ دی۔ اس کا رزلٹ آنے والا تھا اور اس کا ارادہ شادی کے بعد کسی معیاری روزنامے میں جاب کرنے کا تھا۔ اپنی بعض ذاتی چیزوں اور کچھ کپڑوں کی خریداری اس نے خود کرنا تھی۔ اس لیے اس کے یہ چند ہفتے بھی مصروفیت کی نذر ہو گئے۔ مائدہ کے لیے شادی پر پہنے جانے والے کپڑوں اور دیگر تمام چیزوں کی شاپنگ اس نے خود مائدہ کو ساتھ لے جا کر کروائی تھی۔ وہ ہمیشہ سے ہی مائدہ کا بہت خیال رکھتی آئی تھی۔

احمد حسن کی چونکہ کاروباری مصروفیات ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھیں اس لیے ہنی کی شادی کے سارے انتظامات نبیل نے ہی کیے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ بھی ان دنوں حد سے زیادہ مصروف تھا۔ کئی ہفتوں سے اس نے جم جانا بھی چھوڑ رکھا تھا۔ اور اپنے دفتر بھی کبھی چلا جاتا اور کبھی نہ جاتا۔

احمد حسن کے بعد عینی دوسری شخصیت تھی جس پر شادی کے ان ہنگاموں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ شادی کی تیاریاں شروع ہوتے ہی ہاسٹل شفٹ ہو گئی تھی اور شادی سے صرف تین دن پہلے گھر آئی تھی۔

♥ ♡ ♥

اس روز معاذ کے گھر مہندی لے کر جانی تھی۔ مائدہ نے ہنی کی پسند سے لیا ہوا پیلے اور میرون کنٹراسٹ کا لہنگا پہن کر دونوں کلائیوں میں بھر بھر کر چوڑیاں پہنیں اور ہنی کے کمرے میں چلی آئی ان دنوں اس کا یہی محبوب مشغلہ تھا۔ وہ ہر وقت ہنی کے آس پاس رہتی۔ اگر کسی کام سے اس کے پاس سے ہٹنا بھی پڑتا۔ تو کام نپٹاتے ہی پھر اس کے کمرے میں چلی آتی اور آج تو ویسے ہی اس کا دل بھر بھر آرہا تھا صبح سے وہ کتنی ہی بار رو چکی تھی۔

ہنی کے کمرے میں اس کے علاوہ صرف عینی تھی۔ جو ہلکے سبز رنگ کے سادہ سے سوتی لباس میں اپنے تراشیدہ بالوں کو برش کیے اپنی دانست میں بالکل تیار بیٹھی تھی۔ ہنی اس کو تاڑ رہی تھی۔

"تم مہندی لے کر جا رہی ہو۔ کہیں واک کے لیے نہیں نکل رہیں۔ جو ایسا بے ہودہ لباس پہن لیا ہے۔"

"بے ہودہ۔" عینی اچھل پڑی۔ "یہ لباس بیہودہ ہے۔ معلوم بھی ہے ابھی تین دن پہلے میں نے یہ شاہنزے سے خریدا ہے پورے پانچ ہزار میں۔" وہ بلبلا کر اپنے دوپٹے کو ہاتھوں سے تھامتے ہوئے بولی۔

"خریدا ہو گا۔ مگر یہ مہندی پر پہننے کے لیے ہرگز موزوں نہیں ہے تم نے وہ لباس کیوں نہیں پہنا جو ماما نے تمہارے لیے بنوایا تھا۔ خاص طور پر آج کے فنکشن کے لیے۔"

"وہ۔ توبہ اتنا فینسی اور لش پش کرتا لباس ہے کہ مجھے تو اسے دیکھ کر ہی وحشت ہونے لگتی ہے۔ میں اسے پہن کیسے سکتی ہوں۔" عینی نے کانوں کو ہاتھ لگائے تھے۔ ہنی دانت پیس کر رہ گئی۔

"میری بات کان کھول کر سن لو۔ خبردار جو تم ان فضول کپڑوں میں وہاں گئیں تو اور لڑکیوں کی تیاری دیکھی

ہے تم نے اور تم میری بہن ہو کر اس لباس فاخرہ میں وہاں جا رہی ہو۔ ابھی جاؤ اور اپنے کپڑے بدلو۔ لش پش کرتا ہوا لباس پسند نہیں تو کوئی دوسرا پہن آؤ۔ جس کا کوئی رنگ ڈھنگ کا تو ہو۔"
ہنی نے اس بار کافی غصے سے کہا تھا۔ عینی کو الٹا ہی پڑا۔

"اچھا بھئی بدل آتی ہوں۔ حالانکہ وہاں کسی نے بھی میرے لباس کی شان میں قصیدے نہیں لکھنے۔"
وہ بیرونی دروازہ پار کر گئی۔ تو ہنی مسکرانے لگی۔ مائرہ جو اب تک ایک طرف خاموش بیٹھی ان دونوں بہنوں کے مذاکرات سن رہی تھی۔ اٹھ کر ہنی کے قریب چلی آئی۔
"میں اپنے بال کیسے بناؤں چٹیا کروں یا ایسے ہی پکڑ کر کلپ لگاؤں۔"
اس نے حسب عادت اپنا مسئلہ ہنی کے آگے ہی بیان کیا تھا۔ ہنی کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔
"انہیں ایسے ہی رہنے دو۔ لہنگے کے ساتھ بہت اچھے لگ رہے ہیں۔"
اس نے مشورہ دیتے ہوئے مائرہ کے گھٹنوں کو چھوتے ریشمی بالوں کو سراہتی نظروں سے دیکھا۔ جنہوں نے اسے ایک دم سے بہت خاص اور دلکش بنا دیا تھا۔ حالانکہ اس نے کسی بھی طرح کا میک اپ نہیں کر رکھا تھا۔ مگر اس کے خوب صورت بالوں نے جیسے خود ہی اس کا سنگھار کر دیا تھا۔
"مائرہ تم بہت ہی کیوٹ لگ رہی ہو۔ بس تھوڑا سا میک اپ بھی کر لو تو بالکل پری لگو گی۔" ہنی نے اس کی تعریف بے اختیاری کی تھی۔ مائرہ شرمیلے سے انداز سے مسکرا دی۔
"میں نے کبھی میک اپ نہیں کیا۔ مجھے عجیب سا لگے گا۔ ایسے ہی رہنے دیں۔" اس نے انکار کرنا چاہا۔
"ایسے ہی کیوں رہنے دوں۔ تم بھی عینی کے نقش قدم پر چل رہی ہو پہلے وہ پروفیسرنی بنی بیٹھی تھی اور اب تم سادگی کا نمونہ بن کے جانے پر تلی ہوئی ہو۔ بھئی تم دونوں بہنیں ہو۔ تمہیں تو سب سے زیادہ شاندار لگنا چاہیے۔"
ہنی نے نرم لہجے میں سمجھایا۔ اس کے اپنائیت بھرے انداز پر مائرہ کی آنکھیں بھر آئیں۔
"اچھا میں ابھی میک اپ کر لیتی ہوں۔" آنسو پینے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اس نے بمشکل کہا تھا۔
"گڈ تمہاری یہی سب سے اچھی عادت ہے۔ ہر بات فوراً مان لیتی ہو۔ سچ مائرہ میں تمہیں بہت مس کروں گی۔"
ہنی نے اداسی سے کہا۔ تو مائرہ جو پلکیں تیزی سے جھپک جھپک کر آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک دم سے ہی رو دی۔
"ارے رو کیوں رہی ہو۔ میں کونسا بہت دور جا رہی ہوں۔ یہیں تو ہوں گی۔ اس شہر میں جب دل چاہے مجھ سے ملنے آ جایا کرنا اور میں تو دیکھنا روز آیا کروں گی۔"
اس کے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے ہنی نے دلاسہ دینے کی خاطر کہا۔ مگر مائرہ چپ ہونے کی بجائے اور بھی شدت سے رونے لگی۔
"مائرہ چپ ہو جاؤ ورنہ میں بھی رونے لگوں گی۔" ہنی نے ایک بار پھر اسے چپ کروانا چاہا۔ مگر مائرہ کوشش کے باوجود اپنے آنسوؤں پر قابو پانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ ہنی اسے مزید کچھ کہتی۔ دروازہ کھول کر نبیل اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں موتیے اور گلاب کے پھولوں سے بنے گجروں اور بالیوں کی بھری ہوئی ٹوکری تھی۔ جو اندر آ کر اس نے ٹیبل پر رکھ دی۔
"ارے کیا ہو گیا؟" روتی ہوئی مائرہ پر نظر پڑتے ہی اس نے قریب آ کر ہنی سے پوچھا۔ جس کی اپنی پلکیں بھی بھیگتی جا رہی تھیں۔
"پتہ نہیں ایسے ہی روئے جا رہی ہے۔ کتنی دیر سے سمجھا رہی ہوں کہ مجھے کونسا بہت دور جانا ہے۔ مگر اس پر اثر ہی نہیں ہو رہا۔"
"مائرہ یہ کیا۔ بے وقوفی ہے۔ میں تو تمہیں بہت بہادر سمجھتا تھا۔ تم تو بہت ہی کمزور حوصلے والی نکلیں۔

اٹھو یہاں سے کھڑی ہو۔" نبیل نے اس کا بازو ہلا کر اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ بدستور سر جھکائے روتی رہی۔ اپنا چہرہ اس نے دونوں ہاتھوں میں چھپایا ہوا تھا۔ نبیل نے قدرے جھک کر اس کے ہاتھ زبردستی چہرے سے الگ کیے اور اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔
"اٹھو شاباش۔ ساری لڑکیوں کی شادی ہوتی ہے۔ ایک دن تمہاری بھی ہو جائے گی۔ رونے کی کیا بات ہے۔"
اس کا لہجہ شوخ تھا۔ مائرہ نے اٹھتے اٹھتے گھور کر اس کی طرف دیکھا تو وہ ہنس دیا۔
"بے وقوف۔" اس کے لہجے میں ہمیشہ والی اپنائیت تھی۔ "جاؤ منہ دھو کر آؤ۔ شکر ہے تم نے میک اپ نہیں کیا ہوا تھا۔ ورنہ اتنا رونے کے بعد اب تک تم بالکل بھوت بن چکی ہوتیں۔"
اس نے مائرہ کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے واش روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مائرہ جھینپتی ہوئی واش روم میں گھس گئی۔ منہ دھو کر باہر نکلی۔ تو وہ ابھی تک کمرے میں ہی موجود تھا۔
"ویری گڈ اب اگر آنسوؤں کا اسٹاک ختم ہو گیا ہو۔ تو تم بھی وہ لیپا پوتی کر لو۔ جو ہال میں موجود ساری خواتین کر رہی ہیں۔" اسے دیکھتے ہی نبیل نے شرارت بھرے انداز سے کہا۔ تو مائرہ مسکرا دی۔
"یہاں آ جاؤ۔ مائرہ میں تمہارا میک اپ کر دوں۔" ہنی نے کہا تو وہ بیڈ کی طرف آ گئی۔ جبکہ ہنی بیوٹی بکس کھول کر چیزیں نکالنے لگی تھی۔
"واؤ تمہارے یہ بال اصلی ہیں۔" وہ بیڈ پر بیٹھی تو اس کی پشت نبیل کی طرف ہو گئی اور اس نے شاید پہلی بار اس کے بالوں کی طرف دھیان دیا تھا۔ مائرہ شرما گئی۔
"آپ کو نقلی لگ رہے ہیں۔" اس نے ذرا سا رخ موڑ کر نبیل کی طرف دیکھا تھا۔ جس کی آنکھوں میں ستائش کی جھلک بہت واضح نظر آ رہی تھی۔ مائرہ کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔
"بہت ہی خوب صورت ہیں تمہارے بال۔ انہیں کبھی نہ کٹوانا۔" نبیل نے بے اختیاری اس کے ریشمی بالوں کو ہلکے سے چھوا تھا۔ مائرہ کا چہرہ ایک دم ہی سرخ ہو گیا۔
"میں نے اس سے پہلے کبھی اتنے خوب صورت بال نہیں دیکھے۔" نبیل نے اس کے بالوں کی خوبصورتی سے مسحور ہو کر ستائشی لہجے میں کہا۔ تو مائرہ خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگی۔ پھر چند لمحوں بعد نبیل تو باہر چلا گیا۔ مگر مائرہ کے ذہن میں اس کی باتیں گونجتی رہیں اور اسے اپنے بالوں پر اس کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوتا رہا اور ایسا ہونے پر وہ ہر بار وہ خود ہی شرما کر رہ جاتی تھی۔

♥ ♡ ♥

ہنی کی شادی کا ہنگامہ ختم ہوا۔ تو گھر پر ایک دم سے سناٹا سا چھا گیا۔ جس سے گھبرا کر امینہ احمد اپنی بہن کے پاس لندن چلی گئیں اور عینی نے ہاسٹل کی راہ لی۔ جبکہ احمد حسن کے پاس ویسے ہی مصروفیات کا کبھی نہ ختم ہونے کا اسٹاک ہمیشہ موجود رہتا تھا۔ ہنی کی کمی ویسے بھی مائرہ اور نبیل کو ہی شدت سے محسوس ہوتی تھی کیونکہ سب سے زیادہ وہ ان دونوں سے ہی اٹیچ تھی۔
مائرہ کو تو جب بھی ہنی کی یاد شدت سے آتی۔ وہ اس کے کمرے میں جا کر بیٹھ جاتی۔ کبھی اس کی چیزوں کو سیٹ کرتی رہتی اور کبھی وہیں بیٹھ کر رونے لگتی۔ ہنی نے اگرچہ اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ شادی کے بعد روز اس سے ملنے آیا کرے گی۔ مگر شادی کے دو دن بعد ہی وہ ہنی مون ٹرپ پر روانہ ہو گئی تھی۔ اس لیے اب ایک ڈیڑھ مہینے تک تو اس کے آنے کی امید نہیں تھی۔ البتہ فون وہ اکثر ہی کرتی رہتی تھی اور ہر بار مائرہ کو سمجھاتی۔ اسے نبیل کا خیال رکھنے کی ہدایت بھی دیتی۔ مائرہ جانتی تھی کہ نبیل اور ہنی دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں اور نبیل اگرچہ منہ سے کچھ کہتا نہیں تھا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ وہ ہنی کو بہت مس کر رہا ہے۔

اس روز رات کو وہ کھڑکی میں کھڑی یونہی بتی روشنی میں نہائے ہوئے لان کو دیکھے جا رہی تھی۔ جب کرامت نے آ کر کھانے کا پوچھا۔

"ہاں تم کھانا لگواؤ اور نبیل صاحب کو بلا لاؤ۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔"

اس نے کرامت کو ہدایت دے کر بھیجا اور خود واش روم میں جا کر منہ ہاتھ دھونے لگی۔

رات کے کھانے پر پہلے عموماً اس کے علاوہ نبیل اور ہنی ہی ہوا کرتے تھے۔ مگر آج جب وہ ڈائننگ روم میں آئی۔ تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور ہنی کی مخصوص کرسی کو اداس نظروں سے دیکھنے لگی۔

"مائرہ بی بی! نبیل صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ کھانا کھا لیں۔ انہیں بھوک نہیں ہے۔" کرامت نے آ کر بتایا۔ تو وہ چونک گئی۔

"بھوک نہیں ہے۔" اس نے آہستہ سے دہرایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں خود جا کر دیکھتی ہوں تم ذرا گرم روٹیاں اور سلاد لے آؤ۔" کرامت سے کہہ کر وہ خود نبیل کے کمرے کی طرف آ گئی۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر اس نے ہینڈل دبایا تو وہ فوراً ہی کھل گیا۔ نبیل سامنے ہی رائٹنگ چیئر پر بیٹھا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں واضح طور پر اداس لگ رہی تھیں اور چہرے کا رنگ بھی پھیکا پھیکا سا ہو رہا تھا۔

"کمال ہے۔ میں تو آپ کو بہت بہادر سمجھتی تھی۔ آپ بہت کمزور حوصلے کے مالک نکلے۔"

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مائرہ نے اس کے مہندی والے دن اپنے لیے کہے ہوئے الفاظ دہرائے۔ نبیل اداسی سے مسکرا دیا۔

"کھانا کیوں نہیں کھا رہے آپ؟ میں کب سے گھبرا کر آئی ہوں اور مجھے بہت بھوک بھی لگ رہی ہے۔" وہ اب نبیل کے قریب کھڑی ہو کر کہہ رہی تھی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے تم کھا لو۔"

"میں اکیلی نہیں کھا سکتی۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیے۔" اس نے اصرار کیا۔

"مائرہ پلیز ضد نہیں کرو۔ مجھے واقعی بھوک نہیں ہے۔" وہ بیچارگی سے بولا۔ مائرہ چند لمحے تک خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"آپ کو ہنی کی یاد آ رہی ہے ناں۔"

ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے سوال کیا۔ جواب میں نبیل اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ ہنی میری بہن ہی نہیں۔ میری سب سے قریبی اور سب سے اچھی دوست بھی تھی۔ حالانکہ وہ مجھ سے کئی سال چھوٹی ہے۔ مگر پھر بھی ہماری دوستی بہت مضبوط اور گہری تھی۔ ہم ایک دوسرے سے اپنی کوئی بات نہیں چھپاتے تھے۔"

اس کے لہجے میں ہنی کے لیے ڈھیر ساری محبت تھی۔ مائرہ کو خود بھی آج ہنی بہت یاد آ رہی تھی۔ مگر نبیل پر یہ ظاہر نہیں کر سکتی تھی وہ تو خود اسے دلاسہ دینے آئی تھی۔

"اچھا اب آپ میرے ساتھ چلیے۔ ہنی کے متعلق باقی ساری باتیں ہم ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر کریں گے۔" وہ ملے جلے لہجے میں بولی۔ نبیل نے ایک بار پھر انکار کرنا چاہا۔ مگر وہ ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روکتے ہوئے کہنے لگی۔

"بس۔ اب دوبارہ انکار نہیں کرنا ورنہ سوچ لیں۔ ہنی مجھے بھی کم پیاری نہیں ہیں اور میں انہیں یاد کر کے یہیں بیٹھ کر رونا شروع کر دوں گی۔"

اس کا انداز صاف دھمکی والا تھا نبیل آہستہ سے ہنس دیا۔

"یہ تو واقعی خطرناک بات ہے۔ تم تو چپ بھی آسانی سے نہیں ہوتی ہو۔ میرا خیال ہے مجھے اٹھ ہی جانا چاہیے۔"

"ٹھیک خیال ہے۔" وہ بھی ہنس دی اور نبیل کے ساتھ ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

پھر ڈائننگ ٹیبل پر کھانا کھاتے ہوئے وہ دانستہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی تاکہ نبیل کا دھیان بٹ جائے

اور اسے اس کوشش میں کافی حد تک کامیابی بھی ہو گئی۔

"اب اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ آپ مجھے آئس کریم کھلا لائیں تو آپ کا جواب کیا ہو گا۔" کھانے کے فوراً بعد اس نے فرمائش کی تھی۔ نبیل مسکرا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ مائرہ اس کا دھیان بٹانے کے لیے یہ فرمائش کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ خود بھی اگر مائرہ کا دھیان کسی طرف سے ہٹانا چاہتا تھا۔ تو آئس کریم کھلانے کی آفر ہی کیا کرتا تھا۔ جیسے وہ چھوٹی سی بچی ہو۔

"تو میں جواب میں کہوں گا کہ بڑی خوشی سے چلو۔"

نبیل نے خوشدلی سے کہا۔ تو اس کی منتظر آنکھوں میں چراغ سے جل اٹھے۔

♥ ♡ ♥

"مائرہ بی بی! آپ کو نبیل صاحب اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں۔" اس رات کھانے کے بعد وہ اپنی کتابیں کھولے بیٹھی تھی۔ جب گھریلو ملازمہ سکینہ نے آ کر اطلاع دی۔

"اچھا میں آ رہی ہوں۔"

اپنی کتابیں سمیٹ کر وہ فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ نبیل ایزل پر لگی ہوئی تصویر کو فائنل ٹچ دے رہا تھا اسے دیکھ کر وہ مسکرایا اور صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"تم بیٹھو مائرہ میں بس دو منٹ میں فارغ ہو جاتا ہوں۔ پھر آرام سے بیٹھ کر بات کریں گے۔"

مائرہ سر ہلا کر صوفے کی طرف بڑھ گئی اور ایزل پر لگی تصویر کو دیکھنے لگی۔ تصویر میں دکھایا ہوا منظر بہت سادہ تھا۔ مگر اس میں ایک عجیب سا افسوں تھا۔ دو رویہ ٹنڈ منڈ درختوں کی قطاریں اور ان کے درمیان زمین پر بکھرے ہوئے سوکھے پتے اپنے اندر ــــــــ ایک عجیب سی اداسی سمیٹے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ مائرہ مبہوت سی بیٹھی کتنی ہی دیر تک اس منظر میں کھوئی رہی۔ نبیل نے برش طشتری میں رکھ کر اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اور اسے کھوئے ہوئے پا کر پوچھنے لگا۔

"کیسی تصویر ہے؟" مائرہ چونک گئی۔

"بہت، بہت خوب صورت ہے۔" تصویر سے نظریں ہٹا کر اس نے نبیل کی طرف دیکھا۔ "مگر آپ ہمیشہ ایسی ہی تصویریں کیوں بناتے ہیں؟"

"کیسی؟" وہ کچھ حیران ہوا۔

"اداس اداس سے مناظر والی۔"

وہ اب بھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اسے یوں لگا کہ نبیل کے چہرے پر سایہ سا لہرایا ہے۔ مگر اگلے ہی پل وہ پھر نارمل تھا۔

"تمہیں یونہی فیل ہوا ہے۔ ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے وہ لاپروائی سے بولا تھا۔ مگر مائرہ کو نہ جانے کیوں اس کا لہجہ کھوکھلا سا محسوس ہوا۔

"آپ نے مجھے بلایا تھا؟" چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے نبیل سے پوچھا۔ جو کسی سوچ میں ڈوبا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"ہاں دراصل مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنا تھی۔" وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا۔ "کل میں مراد کے گھر گیا تھا۔"

"اچھا مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں بھی ساتھ چلتی۔ اتنے دن ہو گئے ان لوگوں سے ملے ہوئے۔" وہ جلدی سے بولی۔ تو نبیل غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"اس کی امی نے فون کر کے بلایا تھا اور مجھے اکیلے آنے کو کہا تھا۔ انہیں مجھ سے کچھ ضروری بات کرنا تھی۔ دراصل مراد کی چھٹی ختم ہونے والی ہے۔ اسے واپس کینیڈا جانا ہے اور اس کی امی کی خواہش ہے کہ جانے سے پہلے اس کی منگنی کر دی جائے۔"

وہ بولتے بولتے ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ مائرہ منتظر نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ وہ کچھ الجھ سی گئی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ نبیل یہ سب

اسے کیوں بتا رہا ہے۔

"اچھا یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ مگر آپ مجھے یہ سب کیوں بتا رہے ہیں۔" نبیل کو مسلسل خاموش دیکھ کر اس نے پوچھ ہی لیا۔

"اس کی امی اس کی منگنی تم سے کرنا چاہتی ہیں۔" نبیل نے عام سے لہجے میں اطلاع دی تھی۔ مگر مائرہ یوں اچھلی جیسے اس کے پاس بم پھٹا ہو۔

"مجھ سے؟" اس نے حد درجے حیرانی سے پوچھا۔

نبیل نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"انہوں نے مراد سے بات کر لی ہے اور تمہاری رضامندی حاصل کرنے کے لیے مجھے کہا ہے۔ اس کے بعد ہی وہ یہاں آکر ماما پاپا سے باقاعدہ رشتے کی بات کریں گی۔ اگر ہنی یہاں ہوتی۔ تو میں تمہاری رائے حاصل کرنے کا کام اسے سونپتا۔ مگر اس کی واپسی میں ابھی کچھ دن لگیں گے۔ جبکہ مراد کی امی کو بہت جلدی ہے اس لیے مجھے خود تم سے یہ بات کرنا پڑی۔"

وہ مائرہ کی طرف دیکھتے ہوئے تفصیل بتا رہا تھا۔ مگر مائرہ کو جیسے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ پوری آنکھیں کھولے وحشت زدہ انداز سے نبیل کے پرسکون چہرے کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اس کا چہرہ بالکل زرد پڑ گیا تھا۔

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" بمشکل اس کے حلق سے آواز نکلی تھی۔

"کیوں ہو کیوں نہیں سکتا؟ مراد بہت اچھا لڑکا ہے۔ میں بہت سالوں سے اسے جانتا ہوں اور اس کی فیملی سے تو تم کئی بار مل چکی ہو۔ سب لوگ تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے تم وہاں بہت خوش رہو گی۔"

نبیل نے اسے یوں ہراساں دیکھ کر نرمی سے سمجھایا۔ مائرہ کی وحشت میں اضافہ ہو گیا۔ وہ چیخ چیخ کر اس رشتے سے انکار کرنا چاہتی تھی۔ مگر اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی زبان اکڑ کر رہ گئی ہے۔ حلق میں جیسے کانٹے اگ آئے تھے۔

"تو میں انہیں فون کر کے تمہاری رضامندی سے آگاہ کر دوں؟ تاکہ ایک دو دن میں وہ ماما پاپا سے آکر بات کر لیں۔"

اسے یوں خاموش دیکھ کر نبیل نے سوال کیا۔ مائرہ بے بسی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ انکار کرنا چاہتی تھی۔ مگر زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ اسے پتہ تھا کہ اگر اس نے اس وقت انکار نہیں کیا۔ تو بعد میں کبھی نہیں کر سکے گی۔

"نہیں۔۔۔" اس کے چہرے کی وحشت اب آواز میں بھی اتر آئی تھی۔ "میں۔۔۔ میں مراد سے شادی نہیں کر سکتی۔ آپ ان لوگوں کو منع کر دیں۔ وہ یہاں اس بارے میں بات کرنے کے لیے نہ آئیں۔" وہ نبیل کی طرف دیکھے بغیر بولی۔ نبیل کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔

"مگر کیوں تمہیں اس رشتے سے انکار کیوں ہے۔ تمہیں تو وہ لوگ بہت پسند تھے؟" اپنی حیرت پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"وہ لوگ واقعی بہت اچھے ہیں۔ مگر میں۔۔۔ میں مراد سے شادی نہیں کر سکتی۔" وہ بے چارگی سے بولی تھی۔

"مراد میں کیا خرابی ہے؟"

"کوئی خرابی نہیں ہے۔"

"پھر تم کیوں اس سے شادی کرنے سے انکار کر رہی ہو۔" آخر کوئی جواز بھی تو ہو۔" نبیل کچھ جھنجلا گیا تھا۔ مائرہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور بغیر کوئی جواب دیے دوبارہ سے سر جھکا لیا۔ کمرے میں چند منٹ تک گمبھیر خاموشی چھائی رہی۔ نبیل اس کو کچھ غصے سے دیکھ رہا تھا۔ مگر وہ نبیل کی بجائے اپنے پیروں کی طرف متوجہ تھی۔

"کیا تمہیں کوئی اور پسند ہے؟" نبیل نے اچانک پوچھا۔ مائرہ کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ وہ بے اختیار ہی نبیل کی طرف دیکھنے لگی۔ جو بے حد سنجیدہ چہرے لیے اس کی طرف بغور دیکھ رہا تھا۔

"بولو کیا تمہیں کوئی اور پسند ہے؟" اس بار اس کا لہجہ سخت تھا۔ مائرہ کا سر بے اختیار ہی اثبات میں ہل

گیا۔ نبیل گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"کون ہے وہ کہاں رہتا ہے؟" وہ کوشش کے باوجود لہجہ نرم نہیں رکھ پایا تھا۔ مائرہ کی زبان پر قفل پڑ گیا۔ وہ چپ بیٹھی رہی۔

"میں کیا پوچھ رہا ہوں۔ مائرہ کون ہے وہ؟" نبیل کا لہجہ ایک بار پھر سخت ہو گیا۔ مائرہ اب بھی کچھ نہیں بولی۔

"تم بولتی کیوں نہیں ہوں کون ہے وہ؟" اس بار وہ چلایا تھا۔ مائرہ وحشت زدہ انداز سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ دروازے کی طرف دوڑ لگاتی۔ نبیل نے اٹھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور سختی سے بولا۔

"جب تک تم مجھے اس کا نام نہیں بتاؤ گی۔ تم یہاں سے جا نہیں سکتیں۔" وہ مائرہ کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ مگر مائرہ کو اس کا چہرہ بہت دھندلا دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔ اسے اردگرد موجود ساری چیزیں گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

"وہ۔ وہ آپ ہیں۔" وہ بہت مدھم آواز میں بولی تھی۔ مگر نبیل یوں وحشت زدہ ہوا۔ جیسے اس کے کانوں میں کسی نے صور اسرافیل پھونک دیا ہو۔ مائرہ کا بازو چھوڑ کر وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا؟۔ کیا بکواس کر رہی ہو تم۔" وہ چلا کر بولا تھا۔ مائرہ رونے لگی۔ وہ چند لمحے اسے یوں روتے ہوئے دیکھتا رہا۔

"مائرہ اگر یہ مذاق ہے۔ تو بہت تکلیف دہ ہے اور اگر حقیقت ہے تو اس سے بھی بڑھ کر اذیت ناک ہے۔" اس بار اس کا لہجہ عجیب سی بے بسی لیے ہوئے تھا۔

"یہ مذاق نہیں ہے۔ سچ ہے۔" وہ آہستہ آواز میں بولی تھی۔

"شٹ اپ۔ تمہیں شاید خود بھی معلوم نہیں ہے کہ تم کیا بکواس کر رہی ہو۔ میں نے ہمیشہ تمہیں بچی اور بچی کی طرح سمجھا۔ کبھی تمہارے بارے میں ایسا تصور بھی نہیں کیا۔ چھوٹے بچوں کی طرح تمہیں ٹریٹ کرتا رہا اور تم۔ تم کہتی ہو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔" وہ ایک بار پھر چلانے لگا تھا۔ مائرہ گھبرا کر گھٹنوں کے بل قالین پر بیٹھ گئی اور روتے ہوئے بولی۔

"میں نے ایسا جان بوجھ کر نہیں کیا۔ مجھے نہیں معلوم ایسا کیسے ہو گیا۔ بس خود بخود ہی۔"

"خود بخود ہی تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی۔ بغیر میرے لیے کچھ سوچے مجھے جانے بنا ہی تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"مجھے نہیں معلوم محبت کیا ہوتی ہے۔ مجھے بس اتنا پتہ ہے کہ جب آپ میرے سامنے نہیں ہوتے۔ تو مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ میرا کہیں بھی دل نہیں لگتا۔ میں بس ہر وقت آپ کو اپنے قریب دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں آپ سے دور ہو گئی تو زندہ نہیں رہ پاؤں گی۔" اس کے رونے میں شدت آ گئی تھی۔ نبیل کے غصے میں اضافہ ہو گیا۔

"تم حد سے زیادہ احمق لڑکی ہو۔ مائرہ اکرم حد سے زیادہ احمق جسے اپنے سے دس برس بڑے ایک شخص سے بغیر اس کے متعلق کچھ جانے محبت ہو گئی حالانکہ مجھ میں اور تم میں کوئی ایک بھی قدر مشترک نہیں ہے۔"

"میں جانتی ہوں میں بہت معمولی لڑکی ہوں۔ آپ کے پیروں کی دھول کے برابر بھی نہیں ہوں۔ مگر مگر آپ میرا یقین کریں۔ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ مجھے تو خود بھی پتہ نہیں چلا کہ میں کیسے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"میں آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگوں گی۔ آپ بس مجھے اس گھر میں رہنے دیں۔ مجھے یہاں سے دور نہ بھیجیں۔" چند منٹ بعد سر اٹھاتے ہوئے وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی اور اچانک ہی اٹھ کر تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔ جبکہ کمرے کے وسط میں کھڑے حیرت زدہ سے نبیل احمد نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ اور صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"وہ۔ کیا کہہ گئی ہے یہ لڑکی ایسا کیسے ہو سکتا ہے

یہ تو بالکل ہی ناممکن ہے۔"

وہ بڑبڑا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بہت اذیت ناک تاثرات تھے۔

"محبت اور مجھ سے۔" دل ہی دل میں مائرہ کی باتیں دہراتے ہوئے اس نے بے یقینی سے سوچا۔

"محبت دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں ہے۔" اس کے اندر سے آواز آئی تھی۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ کمرے کی ساری چیزیں اسے دھندلی دھندلی سی نظر آ رہی تھیں۔ اپنا جانا پہچانا کمرہ اسے بالکل انجان سا لگ رہا تھا۔ وہ آہستگی سے اٹھا اور ایزل پر لگی تصویر کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھ سے پوچھتی ہے کہ میں ہمیشہ اداس اداس مناظر والی تصویریں ہی کیوں بناتا ہوں۔" وہ استہزائیہ انداز سے مسکرایا۔

"کیا میں اسے جا کر بتا دوں کہ میرے اندر اتری ہوئی ویرانیاں اس طرح کی محبت کی دین ہیں۔ جس طرح کی محبت کا دعویٰ اسے مجھ سے ہے اور یہ کہ مجھے اب کسی کی بھی محبت پر اعتبار نہیں آ سکتا کیونکہ۔"

اس نے اپنے ہونٹ یوں کاٹے جیسے کوئی غلط بات منہ سے نکلنے کو ہو۔ وہ مڑا اور ایک بار پھر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کیا میں ایک اور فریب کھاؤں جانتے بوجھتے؟"

وہ جیسے آتش فشاں کے دہانے پر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ خطرناک حد تک سرخ ہو رہا تھا اور پیشانی پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی چھوتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت سے سر ٹکا دیا۔ تصور میں دو چہرے خود بخود ہی گڈمڈ ہونے لگے تھے۔ جو دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے مگر پھر بھی ان دونوں میں کوئی نہ کوئی قدر ضرور مشترک تھی اور وہ اسی مشترک قدر کو ڈھونڈ رہا تھا۔

♥ ♡ ♥

ثمینہ رضوی اس کی زندگی میں بالکل اچانک بہار کے جھونکے کی طرف داخل ہوئی تھی۔ ان دونوں کی ملاقات پہلی بار ایک پارٹی میں ہوئی تھی۔ نبیل ان دنوں تعلیم سے فارغ ہو کر اپنا ذاتی بزنس سیٹ کرنے میں مصروف تھا۔ مگر پہلی بار ثمینہ سے مل کر ہی اس کے دل میں ثمینہ کے لیے اتنی جگہ بن گئی کہ اسے اپنی شدید مصروفیات میں بھی اس کا دھیان رہتا تھا۔ خود ثمینہ بھی اس کی طرف یوں کھنچی چلی آئی جیسے وہ کوئی مقناطیس ہو اور ثمینہ لوہے کا ٹکڑا۔

وہ دونوں تقریباً روز ہی ملتے تھے۔ نبیل کو تو یوں لگتا تھا کہ اگر کسی دن وہ ثمینہ سے نہیں ملے گا۔ تو اس کا دل ہی رک جائے گا۔ ثمینہ نے نہ جانے اس کے گرد کون سا جال بن دیا تھا۔ جو وہ اس کی محبت کے طلسم میں جکڑ کر رہ گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک حسین اور دلکش لڑکی تھی۔ مگر حسین ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں کچھ اور بھی خاص بات تھی۔ جو نبیل احمد کو اس کا دیوانہ بنائے ہوئے تھے۔ غالباً "اس کا بے تحاشا اعتماد جو اسے نہ صرف خود پر تھا۔ بلکہ وہ نبیل پر بھی ایسے ہی اعتماد کا اظہار کرتی تھی۔ وہ بلا جھجک اس سے اپنی ہر طرح کی بات شیئر کرتی تھی۔ ہر معاملے میں اس کی رائے لیتی تھی۔ اور محبت کے اظہار کے معاملے میں بھی وہ نبیل سے زیادہ بے باک ثابت ہوئی تھی۔ نبیل اس سے جو بات کرنے کو سوچتا ہی رہ جاتا تھا۔ وہ بلا جھجک کہہ دیا کرتی تھی۔ نبیل اس ماڈرن اور طرحدار لڑکی کی محبت میں سر تا پا ڈوب کر رہ گیا تھا۔ جو کہتی تھی۔

"نبیل احمد! میں نے آج تک تم جیسا دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔ تم سامنے آتے ہو تو میری آنکھوں میں روشنیاں سی سما جاتی ہیں۔ تمہارا ساتھ میرے لیے دنیا کی سب سے بڑی خوشی ہے۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ کائنات کی ہر چیز سے زیادہ مجھے تمہارا ساتھ عزیز ہے۔ میری ہر خوشی تم سے شروع ہو کر تم ہی پر ختم ہو جاتی ہے۔"

اور نبیل احمد اس کی کہی ہوئی ہر بات پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتا کئی کئی دن اس کی کہی ہوئی باتوں کو

دل میں دہرا رہا تھا۔ ان دنوں اسے ثمانہ کے سوا ہر چیز بھولی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ اپنا نیا نیا شروع کیا ہوا بزنس بھی۔ جسے اس کی توجہ کی بہت ضرورت تھی۔ مگر وہ تو اپنی ساری کی ساری توجہ ثمانہ پر لٹا رہا تھا۔ پھر کاروبار کا دھیان ہے۔ آخر اس کی اس لاپروائی نے اپنا رنگ دکھایا اور اس کا کاروبار جمنے سے پہلے ہی ٹھپ ہو گیا۔ سارا سرمایہ ڈوب گیا۔

یہ نبیل کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا۔ مگر اس کے باوجود ثمانہ کے لیے اس کی محبت اور توجہ میں رتی بھر فرق نہیں آیا۔ وہ اس سے اتنی ہی محبت کرتا تھا کہ اس کی خاطر ایسے دس کاروبار بھی ٹھوکر میں اڑا سکتا تھا۔

اصلی جھٹکا تو اسے تب لگا جب ثمانہ نے اچانک اس کی محبت کا ہاتھ جھٹک کر ایک سرمایہ دار کے ہیرے جواہرات کو پہننے سے لگا لیا۔ اس نے بہت آرام سے اپنے سے دوگنی عمر کے ایک شخص سے صرف اس لیے ناطہ جوڑ لیا کیونکہ وہ شخص اربوں میں کھیلتا تھا۔ نبیل نے یہ خبر سنی تو ہوش ہی کھو بیٹھا اور بنا سوچے سمجھے ثمانہ سے حساب کتاب کرنے اس کے گھر جا پہنچا۔

"ثمانہ! تم نے ایسا کیوں کیا۔ آخر کون سی کمی تھی میری محبت میں جو تمہارے بڑھتے ہوئے قدم اچانک مجھ سے اتنی دور ہٹ گئے۔"

ثمانہ کے سامنے بیٹھ کر اس نے بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔ جبکہ سامنے کھڑی ثمانہ کے چہرے پر گزری محبت کا شائبہ تک نہیں تھا۔ وہ بالکل پرسکون اور پُراعتماد تھی۔ نبیل کی بات سن کر اس کے خوب صورت چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی اس کے مقابل آن بیٹھی۔

"تمہاری محبت میں کوئی کمی نہیں تھی۔ نبیل احمد مگر زندگی صرف محبت کے سہارے نہیں گزر سکتی۔ تم نے جس طرح اپنا جما جمایا کاروبار چوپٹ کر لیا ہے۔ اس سے مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تم زندگی میں کبھی اتنی ترقی نہیں کر سکو گے کہ میری ان خواہشات کو پورا کر سکو۔ جن کو پورا کرنے کے لیے صرف دولت کی ضرورت ہے۔ بے تحاشا دولت کی اور میں صرف محبت کی خاطر اپنی باقی ساری زندگی خواہشات کو قربان نہیں کر سکتی۔"

وہ بہت اعتماد سے بول رہی تھی اور نبیل بے یقینی سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"ثمانہ! تم مجھ پر یوں بے اعتمادی کا اظہار تو نہ کرو۔ مجھے ایک موقع تو دو۔ میں دنیا کی ساری خوشیاں تمہارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دوں گا۔" اس نے بہت بے چارگی سے کہا تھا۔

"یہ سب کتابی باتیں ہیں نبیل۔ اگر تم اتنی دولت کما بھی لو جتنی مجھے درکار ہے۔ تو بھی اسے کمانے میں تمہیں دس برس لگ جائیں گے اور مجھے وہ سب ابھی چاہیے۔ جو ارباب درانی سے شادی کرتے ہی مجھے مل جائے گا۔ تمہیں پتہ ہے نبیل وہ شخص ارب پتی ہے ہر بڑے ملک میں اس کی کوٹھیاں فلیٹ اور ولاز ہیں۔ اس کا بزنس ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے بینک بیلنس کا تو شاید اسے بھی ٹھیک سے پتہ نہ ہو۔"

وہ اب اپنے ادھیڑ عمر فیانسی کی دولت کی قصیدہ خوانی میں مصروف تھی۔ نبیل کے اندر عجیب سے احساسات نے جنم لے لیا۔ وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بنا ایک لفظ کہے اس کے گھر سے نکل آیا۔ ثمانہ نے اسے روکنے یا پکارنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

اس دن کے بعد اس نے بھی ثمانہ سے ملنے یا اس کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ اسے پورا یقین تھا کہ جس ارب پتی سرمایہ دار کی دولت کے پیچھے پاگل ہو کر اس نے اس کی محبت کو ٹھکرایا ہے۔ وہ بھی اس سے وفا نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے بھی کئی لڑکیوں کو اپنی دولت کی چمک دکھا کر اپنانے کے بعد چھوڑ چکا تھا۔ اسے پتہ تھا۔ ثمانہ بھی ایک روز ٹھوکر کھا کر واپس آ جائے گی اور وہ واپس آ گئی صرف تین سال اور چار مہینے بعد اس ارب پتی نے اسے اپنی زندگی سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر کیا تھا۔ نبیل نے تب اسے پورے چار سال کے عرصے کے بعد ایک پارٹی میں دوبارہ سے دیکھا تھا۔ اس کا ملکوتی حسن کملا کر رہ گیا تھا۔ اس کے ارب پتی شوہر نے اسے

اگرچہ کافی ساری دولت اور جائیداد دے دی تھی مگر وہ ثمانہ کے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے قطعی ناکافی تھی۔

تب تک نبیل کا بزنس پوری طرح سے جم چکا تھا اور وہ دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ثمانہ یوں لپک کر اس کی طرف آئی تھی۔ جیسے چار سال پہلے کھنچی چلی آئی تھی۔ مگر نبیل کے انداز میں آج محبت کی جگہ سرد مہری تھی۔ مگر اس کے باوجود وہ اگلے ہی دن اس کے آفس چلی آئی۔ وہ اپنے حسن اور بھولی محبت کی کمند ایک بار پھر ڈالنا چاہتی تھی۔

"ثمانہ رضوی! یہ سچ ہے کہ میں نے تم سے محبت کی ہے۔ اتنی محبت کہ اگر تم نے اس محبت کی قدر کی ہوتی تو میں دنیا کی ساری خوشیاں تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دیتا۔ تمہارے کسی خواب کو ادھورا نہ رہنے دیتا۔ مگر تم نے جس طرح میری محبت کی توہین کی اسے اپنی خود غرضی کی بھینٹ چڑھا دیا۔ اس کے لیے میں چاہوں بھی تو تمہیں معاف نہیں کر سکتا۔ میری زندگی میں اب تمہارے لیے ایک انچ کی جگہ بھی نہیں ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم دوبارہ کبھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرنا۔"

اس نے ثمانہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا اور اس کے اٹھنے سے پہلے ہی اپنے آفس سے باہر نکل گیا۔ محبت کے اس کھیل میں وہ پہلے ہی بہت نقصان اٹھا چکا تھا۔ اور اب دوبارہ سے یہ کھیل کھیلنے کو تیار نہیں تھا۔ ثمانہ کے ساتھ اور نہ ہی کسی اور کے ساتھ اسے اب محبت کا اعتبار آ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس نے اپنا سارا خلوص اور اپنی ساری محبت ثمانہ پر نچھاور کر کے اتنا بڑا دھوکہ کھایا تھا کہ اب محبت کے نام سے ہی اسے چڑ ہو گئی تھی۔ ثمانہ کے بعد بے شمار لڑکیوں نے اس کی طرف دوستی اور محبت کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ مگر اس نے کبھی کسی ہاتھ کو نہیں تھاما۔ اس کی زندگی صرف اپنی ذات اپنے گھر اور کاروبار کی حد تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔

♥ ♡ ♥

اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ کمرے کا منظر اب پہلے کی طرح دھندلایا ہوا نہیں تھا۔ اس نے بے اختیاری گہری سانس لی۔

"اور اب یہ۔ یہ لڑکی ماثرہ اکرم۔ یہ کہتی ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہو گئی ہے۔ محبت۔ اور مجھ سے جس نے اپنے دل کا دروازہ پچھلے سات سال سے بند کر رکھا ہے۔ اس لیے تو اس کی محبت کی آنچ کبھی میرے دل تک نہیں پہنچی اور نہ ہی کبھی پہنچے گی۔ کیونکہ میں اپنے دل کا دروازہ کبھی نہیں کھولوں گا۔ کبھی بھی نہیں۔"

دل ہی دل میں سوچتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑکی کے قریب آن کھڑا ہوا اور پردہ ہٹا کر یونہی باہر جھانکنے لگا۔ بجلی کی روشنی میں نہاتے ہوئے لان کا ایک ایک گوشہ منور ہو رہا تھا۔ مگر اسے یہ روشنی بڑی پھیکی پھیکی اور اداس سی لگی۔ اندر ہونے والی ٹوٹ پھوٹ نے اس کے اعصاب کو بری طرح سے متاثر کیا تھا۔

اس نے کبھی ماثرہ کے لیے اس طرح سے نہیں سوچا تھا۔ مگر آج پہلی بار اس کی سوچیں خود بخود بھٹک رہی تھیں۔ وہ اندر ہی اندر اس بے وقوف سی لڑکی کے لیے پریشان بھی ہو رہا تھا۔ جس نے چھوٹی سی عمر میں ہی ڈھیر سارے غموں کا سامنا کر لیا تھا۔ اور اب اپنے دل میں محبت کا روگ پال کر ایک اور غم کا اضافہ کرنے جا رہی تھی۔ کھڑکی بند کر کے اس نے لائٹ آف کی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں اس کی نظر نے ایزل تک کا سفر کیا اور وہ اس منظر کو کتنی ہی دیر تک دیکھتا رہا۔ جو ایزل پر لگی تصویر میں اس نے خود اجاگر کیا تھا۔

"پت جھڑ۔ میرے اندر بھی تو ایسی ہی پت جھڑ ہے۔ بہت سالوں سے میں نے بھی تو بہار کا منظر نہیں دیکھا۔" اس نے سوچتے ہوئے نظریں تصویر سے ہٹالی تھیں۔

"اور ماثرہ۔ اس نے تو کبھی بھی بہار کا منظر نہیں دیکھا۔ وہ تو جب سے دنیا میں آئی ہے۔ خزاں ہی سے

"نیچو آنا ہے۔"
دل کے کسی چور گوشے سے اچانک ہی صدا آئی تھی۔ وہ پہلے گھبرائی اور پھر جھنجلا اٹھی۔
"اونہہ۔ مجھے مائرہ سے کیا۔" تکیہ کانوں پر رکھتے ہوئے اس نے گویا دل کے چور گوشے سے دوبارہ آنے والی آواز کے خلاف حصار قائم کیا تھا۔

♥ ♡ ♥

ساری رات آنکھوں میں کٹ گئی تھی رو رو کر اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ مگر دل پر دھرا بوجھ ایک انچ بھی نہیں سرکا تھا۔ بلکہ کچھ اور بڑھ گیا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ نبیل اس سے محبت نہیں کرتا۔ اس نے بھی اسے پانے کے خواب بھی نہیں دیکھے تھے۔ مگر اس کے باوجود نبیل کے گزشتہ رات کے رویے نے اسے بہت تکلیف دی تھی۔

پوری رات وہ اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کرتی رہی کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ نبیل احمد کا خیال چھوڑ دے۔ حقیقت پسندی سے کام لے اور مراد سے شادی کے لیے ہاں کہہ دے۔ مگر اسے اس کوشش میں رتی بھر بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ نبیل سے دور چلے جانے کا تصور بھی اس کے لیے سوہانِ روح تھا۔ نبیل کو دیکھے بغیر تو اس کا دن نہیں گزرتا تھا۔ وہ ساری عمر کے لیے اس سے دور کیسے چلی جاتی۔ "میں ساری عمر یہیں گزاروں گی۔ اس گھر میں۔ چاہے مجھے اس گھر کے کسی سرونٹ کوارٹر میں ہی کیوں نہ رہنا پڑے۔ چاہے مجھے یہاں نوکرانی ہی کیوں نہ بننا پڑے۔ مگر میں نبیل سے دور نہیں جاؤں گی۔ میں ان سے دور جا ہی نہیں سکتی۔ انہیں دیکھے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔"

سورج کی پہلی کرن پر نظر پڑتے ہی اس نے حتمی فیصلہ کر لیا۔ جس سے اسے عجیب سے سکون کا احساس ہوا تھا۔ منہ ہاتھ دھو کر اس نے اپنا یونیفارم پہنا اور کتابیں اٹھا کر باہر نکل آئی۔ اگرچہ اس کا ناشتے کا موڈ نہیں تھا۔ مگر صرف اس خیال سے کہ نبیل بھی ڈائننگ روم میں موجود ہو گا۔ وہ باہر کی طرف جاتے جاتے ڈائننگ روم کی طرف مڑ گئی۔ وہ اس کا موڈ دیکھنا چاہتی تھی اور دل ہی دل میں دعا کر رہی تھی کہ نبیل کا رات والا غصہ اتر گیا ہو۔

نبیل واقعی ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھا اور حسبِ معمول اخبار دیکھ رہا تھا۔ خانساماں اس کا ناشتا شاید اسی وقت اس کے سامنے رکھ کر گیا تھا۔ کیونکہ اس نے ابھی ناشتا کرنا شروع نہیں کیا تھا۔ مائرہ کچھ لمحے تذبذب کا شکار دروازے پر کھڑی نبیل کی طرف دیکھتی رہی۔

اسے نبیل کے سامنے جاتے ہوئے ایک عجیب سی جھجک محسوس ہو رہی تھی۔ ایک دن پہلے تک وہ نبیل کے سامنے وہ سب کہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ مگر مراد کے پرپوزل اور اس کے لیے نبیل کے اصرار نے اسے ایک دم اتنا جذباتی کر دیا کہ وہ اس کے سامنے اپنی محبت کا راز کھول گئی۔ حالانکہ اس نے بہت پہلے اس راز کو صرف خود تک محدود رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ دروازے میں کھڑی نبیل کو دیکھے جا رہی تھی۔ نبیل نے اخبار تہہ کر کے ٹیبل پر رکھا۔ تو وہ جیسے ہوش میں آ گئی۔ اور خود کو حوصلہ دیتے ہوئے ڈائننگ روم میں داخل ہو گئی۔ نبیل کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے معمول کے مطابق اسے سلام کیا۔ اس دوران اس نے پوری کوشش کی تھی کہ اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی غیر معمولی پن نہ آنے پائے۔ مگر نبیل نے اس کے سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے اسے سامنے دیکھ کر ساکت سا ہوا۔ ناشتے کی طرف بڑھتے اس کے ہاتھ رک گئے تھے۔

اسے اپنی طرف یوں دیکھتے پا کر مائرہ کا سارا اعتماد ہوا ہو گیا۔ گڑبڑا کر اس نے نظریں جھکا لیں۔ مگر اگلے ہی پل نبیل کو ڈائننگ ٹیبل سے اٹھتے دیکھ کر اس کی جھکی نظریں خود بخود اٹھ گئیں۔ وہ اب اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پتھر جیسی سنجیدگی تھی۔ مائرہ ہراساں ہو گئی۔ اس نے نبیل کو روکنا چاہا۔ مگر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ ڈائننگ روم سے باہر نکل گیا۔ مائرہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے حسرت

بھری نظروں سے اس کرسی کی طرف دیکھا۔ جہاں ابھی کچھ لمحے پہلے نبیل بیٹھا تھا۔ خالی کرسی کے سامنے ٹیبل پر اس کا ناشتا اور چائے کا بھاپ اڑاتا کپ جوں کا توں پڑا تھا۔ اس کے دل کا بوجھ جو تھوڑی دیر پہلے کچھ ہلکا ہوا تھا اب ایک دم سے کئی گنا بڑھ گیا۔ الٹی ہتھیلی سے گالوں پر بہتے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے وہ خود بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور کالج جانے کی بجائے واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ کتابیں ٹیبل پر رکھ کر وہ مردہ قدموں سے چلتی ہوئی بیڈ کی طرف آئی اور تکیے میں منہ چھپاتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

♥ ♡ ♥

محبت درد کی صورت
گزشتہ موسموں کا استعارہ بن کے رہتی ہے
شبانِ ہجر میں روشن ستارہ بن کے رہتی ہے
منڈیروں پر چراغوں کی لویں جب تھرتھراتی ہیں
نگر میں نا امیدی کی ہوائیں سنسناتی ہیں
گلی میں جب کوئی آہٹ کوئی سایہ نہیں رہتا
دکھے دل کے لیے جب کوئی بھی دھوکہ نہیں رہتا
غموں کے بوجھ سے جب ٹوٹنے لگتے ہیں شانے تو
یہ ان پہ ہاتھ رکھتی ہے کسی ہمدرد کی صورت
گزر جاتے ہیں سارے قافلے جب دل کی بستی سے
فضا میں تیرتی رہتی ہے دیر تک
یہ گرد کی صورت
محبت درد کی صورت

نبیل نے اس سے بات کرنی بالکل چھوڑ دی تھی۔ مائرہ کو دیکھتے ہی وہ یوں راستہ بدل لیتا۔ جیسے مائرہ کو کوئی چھوت کی بیماری لگ گئی ہو۔ مائرہ کو اس کی یہ بے رخی پاگل کیے دے رہی تھی۔ وہ ساری ساری رات اپنے کمرے میں ٹہلتی دیوانوں کی طرح اس کے بارے میں سوچے جاتی۔ کالج جانا اس نے چھوڑ رکھا تھا۔ کھانا پینا بھی برائے نام ہی رہ گیا تھا۔ اسے اپنی ذات کی ذرا بھی پروا نہیں رہ گئی تھی۔ نبیل اس کی اولین چاہت تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح اس سے محبت کرتی تھی۔ اس لیے اس کا یوں خود کو نظر انداز کرنا اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

وہ ان دنوں اتنی مایوس اور فرسٹریٹ ہو گئی تھی کہ بعض اوقات خودکشی کرنے کے بارے میں بھی سوچنے لگتی۔ پہروں لان میں بیٹھی وہ گیٹ کی طرف نظریں جمائے نبیل کے آنے کا انتظار کرتی۔ ہر روز ہی اس کے دل میں امید پیدا ہو جاتی کہ شاید نبیل کا غصہ ختم ہو گیا ہو۔ شاید وہ اسے معاف کر دے۔ مگر نبیل گھر آتا تو اس پر ایک کے بعد دوسری نظر بھی نہ ڈالتا اور سیدھا اپنے کمرے میں چلا جاتا اور وہ ساکت بیٹھی ملول نظروں سے اسے یوں جاتا ہوا دیکھتی رہتی۔

چند ہی دنوں میں اس کا گلابی چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور سیاہ آنکھیں حلقوں میں قید ہو گئی تھیں۔ اس کے ہونٹ مسکراہٹ سے اور دل ہر طرح کی خوشی سے بالکل خالی ہو چکے تھے۔ بعض اوقات اسے یوں لگتا کہ اس کے اندر زندگی آہستہ آہستہ مر رہی ہے۔ وہ خود کو عجب سے سناٹوں میں قید ہوتا ہوا محسوس کرنے لگی تھی۔ اس کا سارا وجود جیسے کسی اندھے کنوئیں کا مسکن ہونے لگا تھا۔ گہری اداسی اور یاسیت نے اس کی ہر تمنا پر سیاہ پردہ ڈال دیا تھا۔

انہیں بے تحاشا اداس اور مایوس دنوں میں ہنی کی آمد اسے ہوا کے لطیف جھونکے کی مانند خوشگوار لگی۔ ہنی دو دن کے لیے آئی تھی۔ مائرہ اس وقت اپنے کمرے میں تھی۔ جب ملازمہ نے اسے ہنی کی آمد کے بارے میں بتایا۔ یہ خبر سن کر وہ باقی ہر بات بھول گئی اور تقریباً بھاگتی ہوئی ڈرائنگ روم کی طرف آئی تھی۔ وہاں ہنی کے ساتھ نبیل کو دیکھ کر اس کی ساری خوشی ہوا ہو گئی۔ وہ دم بخود سی دروازے پر ہی رک گئی۔ مگر ہنی اسے دیکھ چکی تھی اور اس نے اسے یوں رکتے دیکھ کر فوراً" ہی آواز دے ڈالی تو مائرہ کے لیے اندر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

"تمہیں کیا ہو گیا مائرہ کیا حال کر لیا تم نے اپنا؟ اتنی تھکی تھکی اور بیمار سی لگ رہی ہو۔"

اس سے گلے مل کر ہنی نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں سوال کیا۔ مائرہ کی آنکھیں جھک گئیں۔

"کچھ نہیں ہوا۔ پیپرز ہونے والے ہیں ہاں۔ بس انہیں کی ٹینشن ہے۔" ہنی کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے ملائمت سے جواب دیا تھا۔ مگر ہنی نے گویا اس کا جواب سنا ہی نہیں۔ وہ اس طرح شاک کے عالم میں کھڑی اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

"آپ بیٹھیں ناں۔ کھڑی کیوں ہیں۔" اپنے چہرے سے نرمی سے اس کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے مائرہ نے اس کا دھیان بٹانے کی خاطر کہا۔ مگر ہنی اس کی بات ان سنی کر گئی۔

"نبیل کیا ہوا ہے اسے؟ دیکھو کتنی کمزور اور زرد ہو رہی ہے۔"

ہنی نے کچھ فاصلے پر بیٹھے نبیل کو مخاطب کیا۔ تو مائرہ کی نظریں بے اختیاری نبیل کی طرف اٹھ گئیں۔ مگر نبیل اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"ہونا کیا ہے۔ بتا تو رہی ہے پیپرز کی ٹینشن ہے۔" کھڑے ہوتے ہوئے وہ نارمل سے انداز سے بولا۔

"اچھا میں چلوں۔ ایک ضروری کام سے جانا ہے رات کے کھانے تک واپس آجاؤں گا۔"

وہ ہنا ان کی طرف دیکھے باہر نکل گیا۔ جس پر ہنی حیرت زدہ لہجے میں بولی۔

"اس کا رویہ بھی کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔ آخر میرے پیچھے یہاں کون سا انقلاب آگیا ہے۔"

مائرہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ تو نبیل کے یوں اٹھ کر چلے جانے پر اپنی آنکھوں تک آئے آنسوؤں کو واپس دھکیلنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔ نبیل کی حد درجے کی بے رخی اور بے اعتنائی کا روز نشانہ بننے کے باوجود وہ خود کو اس کا عادی نہیں کر پائی تھی۔ اس لیے اس کا یہ رویہ اسے ہر بار ہی تکلیف دیتا تھا۔

♥ ♡ ♥

"نبیل تم سے ایک بات پوچھوں سچ سچ بتاؤ گے؟" اگلے روز رات کے کھانے کے بعد ہنی نے کافی پیتے ہوئے اچانک سوال کیا تھا۔ اس وقت وہ دونوں لان میں بیٹھے تھے۔ مائرہ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ سونے کا بہانہ بنا کر سر شام ہی اپنے کمرے میں گھس گئی تھی۔

"ہاں پوچھو ایسی کیا خاص بات ہے۔ جس کو پوچھنے سے پہلے تمہیں اجازت لینا پڑ رہی ہے؟" نبیل نے سادگی سے کہا۔ ہنی چند لمحے خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"تمہارے اور مائرہ کے بیچ کوئی ناراضگی ہو گئی ہے؟" اس نے محتاط لہجے میں پوچھا تھا۔ نبیل چونک گیا۔

"ایسا خیال کیوں آیا تمہیں؟" اس نے الٹا سوال کر دیا۔

"سامنے کی بات ہے۔ میں کل سے یہاں آئی ہوئی ہوں اور میں نے ایک بار بھی تمہیں اور اسے آپس میں کوئی بات کرتے نہیں دیکھا۔ بلکہ وہ تمہارے سامنے آتی ہے۔ تو تمہاری آنکھوں میں ایک عجیب سی ناگواری پھیل جاتی ہے۔ اس کے آتے ہی تم کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے منظر سے غائب ہونے کی کرتے ہو۔ جبکہ دوسری طرف مائرہ بہت اداس اور پریشان سی نظر آتی ہے۔ تم اسے نظر انداز کرتے ہو۔ تو اس کی اداسی کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔"

ہنی اپنا تجزیہ تفصیل سے بیان کر رہی تھی اور نبیل ایک ٹک اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"مجھے بتاؤ ایسا کیا ہو گیا ہے۔ جو تم مائرہ کو اس طرح اگنور کرنے لگے ہو حالانکہ کچھ عرصہ پہلے تک تو تم اس کے لیے بہت کیئرنگ ہوتے تھے۔" اسے چپ بیٹھے دیکھ کر ہنی نے اپنا سوال ذرا وضاحت سے دہرایا تھا۔

"اسی کیئرنگ ہونے نے تو یہ دن دکھائے ہیں۔" کچھ جز بز ہو کے بولا تھا۔ ہنی الجھ سی گئی۔

"مطلب؟"

"محترمہ محبت کرنے لگی ہیں مجھ سے بقول ان

کے۔" وہ ہنی کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ بیزاری سے بولا تھا۔ ہنی بالکل نارمل بیٹھی اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"اور تم؟" نبیل کے چپ ہونے پر اس نے سوال کیا تھا۔

"میرے دل میں اس کے لیے ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس بار اس نے جواب دیتے ہوئے نظریں چرائی تھیں۔ ہنی ہلکے سے مسکرا دی۔

"اپنے دل سے پوچھ کر ایسا کہہ رہے ہو یا یونہی۔"

ہنی۔" اس کے انداز میں احتجاج تھا۔ "تم تو اچھی طرح سے جانتی ہو میں اپنے دل کے تمام دروازے مدت ہوئی بند کر چکا ہوں۔ پھر بھلا مائرہ یا کسی کی بھی محبت میرے دل کے اندر تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ یہ ناممکن ہے۔"

"محبت بڑی طاقتور شے ہے نبیل احمد اسے دل کے اندر داخل ہونے کے لیے دل کے سارے دروازے کھولنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ تو کسی بھی غلطی سے کھلے رہ جانے والے روشندان کی معمولی سی دراز کی چھوٹے سے روزن سے بھی دل کے اندر داخل ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہہ رہی ہوں اپنے دل سے پوچھو۔ وہ مائرہ کے لیے کیا کہتا ہے۔"

"ہنی پلیز ہم کوئی دوسری بات نہیں کر سکتے؟" نبیل نے ایک دم ہی اسے ٹوک دیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔

"تمہیں پتہ ہے۔ نبیل تمہیں یوں بلاوجہ غصہ کب آتا ہے؟" ہنی بہت سکون سے بول رہی تھی۔ "جب تم جان بوجھ کر کسی صحیح بات کو غلط ثابت کرنا چاہتے ہو یا کسی حقیقت سے نظریں چرانا چاہتے ہو۔"

"پتہ نہیں تم کیا اول فول بولے جا رہی ہو۔ مجھے تو نیند آرہی ہے۔ میں سونے جا رہا ہوں۔" وہ ایک دم ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا ہنی عجیب سے انداز سے مسکرا دی۔

"تم یوں واک آؤٹ بھی اسی وقت کرتے ہو۔ جب تمہارے پاس اپنے حق میں دینے کے لیے کوئی دلیل نہیں رہتی۔"

ہنی کی آواز اس نے اپنے عقب میں سنی تھی۔ مگر کوئی جواب دیے بغیر ہی وہاں سے چلا آیا تھا۔

"کیا واقعی میں حقیقت سے نظریں چرا رہا ہوں۔ کسی صحیح بات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں؟"

بستر پر لیٹتے ہی اس کے ذہن میں یہ سوچ خود بخود لہرائی تھی۔ جسے اس نے سختی سے جھٹک دیا۔

"محبت بڑی طاقتور شے ہے نبیل احمد! اسے دل کے اندر داخل ہونے کے لیے دل کے سارے دروازے کھولنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

ہنی کی آواز تصور کی کسی کھلی ہوئی کھڑکی سے شعور تک پہنچی تھی۔ وہ ایک دم ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اپنے دل سے پوچھو۔ وہ مائرہ کے لیے کیا کہتا ہے؟"

ہنی اصرار کر رہی تھی۔ بے اختیاری میں اس نے آنکھیں بند کر کے مدت سے بند دل کے دروازے کو کھول کر اندر جھانکا۔

"مجھے نہیں معلوم محبت کیا ہوتی ہے۔ مجھے بس اتنا پتہ ہے کہ جب آپ میرے سامنے نہیں ہوتے تو مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ میرا کہیں بھی دل نہیں لگتا۔ میں ہر وقت آپ کو اپنے قریب دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں آپ سے دور ہو گئی۔ تو زندہ نہیں رہ پاؤں گی۔" وہ عین سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ نبیل نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

"کیا مائرہ واقعی کسی روزن کسی کھڑکی سے میرے دل میں داخل ہو گئی ہے۔ کیا واقعی۔۔۔؟"

اس نے خود سے بے اختیاری سوال کیا تھا اندر سے آنے والا جواب ایسا تھا کہ وہ بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

اگلے روز ہنی واپس اپنی سسرال چلی گئی۔ مگر جاتے جاتے بھی وہ نبیل کو مائرہ کے بارے میں اپنے دل کی رائے لینے کا مشورہ دیتی گئی تھی۔ نبیل نے بہت

خاموشی سے اس کی باتیں سنی تھیں اور جواب میں بھی خاموش ہی رہا۔ ہنی رات کے کھانے کے بعد واپس گئی تھی اور چونکہ کھانے پر معاذ بھی موجود تھا۔ جو ہنی کو لینے آیا تھا۔ اس لیے احمد حسن اور امینہ بھی آج گھر پر ہی کھانا کھا رہے تھے۔ کھانے کے بعد کافی بھی سب نے اکٹھے لونگ روم میں بیٹھ کر پی مائرہ البتہ کھانا کھاتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ جہاں سے وہ اسی وقت باہر نکلی۔ جب ہنی جانے لگی تھی اور ہنی کو رخصت کرتے ہی وہ واپس اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

ہنی کے جانے کے بعد نبیل بھی اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اسے نیند نہیں آرہی تھی اور کوئی کام کرنے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔ اس لیے یونہی صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے وہ ایک میگزین اٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اسے کمرے میں آئے چند منٹ ہی ہوئے تھے۔ جب دروازے پر اچانک دستک ہوئی۔ وہ کچھ حیران سا ہو کر اٹھا اور دروازہ کھول کر سامنے کھڑی مائرہ کو دیکھ کر اس کی حیرانی میں اضافہ ہو گیا۔ بے اختیار ہی ایک سائیڈ پر ہو کر اس نے مائرہ کو اندر آنے کا راستہ دیا اور اس کے اندر آتے ہی دروازہ بند کر دیا۔

مائرہ کمرے کے وسط میں سر جھکائے کھڑی تھی۔ نبیل نے اتنے دنوں میں پہلی بار اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ وہ برسوں کی مریض نظر آرہی تھی۔ اس کے اندر ایک عجیب سا احساس جرم سر اٹھانے لگا۔

"مائرہ بیٹھو۔" بہت دنوں بعد اس کے لبوں سے مائرہ کا نام نکلا تھا اور بہت دنوں بعد ہی اس کے لہجے میں مائرہ کے لیے نرمی اتری تھی۔ مائرہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ شاید وہ بہت رو کر آئی تھی۔

"میں بیٹھنے نہیں آپ کو صرف یہ بتانے آئی ہوں کہ آپ مراد کی امی تک میری رضامندی پہنچا دیں۔ میں ان کے بیٹے سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

وہ آہستہ آواز میں بولی تھی۔ چہرے پر ڈھیر ساری افسردگی لیے پہلی بار وہ نبیل کو اپنے دل سے بہت قریب لگی۔ وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔ مگر مائرہ چونکہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس لیے یہ مسکراہٹ نہ دیکھ سکی۔

"اب کیا ہوا پہلے تو تم نے صاف انکار کر دیا تھا۔" نبیل نے شوخ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ مائرہ ہونٹ کاٹنے لگی۔

"مجھ سے آپ کی ناراضگی برداشت نہیں ہوتی۔ اسے ختم کرنے کے لیے میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔" وہ مجروح انداز سے بولی تھی۔ چہرے پر افسردگی کے رنگ کچھ اور گہرے ہو گئے تھے۔ نبیل کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"مائرہ۔" وہ اس قدر بول سکا تھا۔ مائرہ نے تڑپ کر سر اٹھایا۔

"پلیز کچھ مت کہیے گا۔ آپ یہی کہیں گے نا کہ آپ سے محبت کر کے میں نے بہت بڑی بھول کی ہے۔ میں جانتی ہوں میں نے بھول کی ہے مگر میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا کہ مجھے کیسے آپ سے محبت ہو گئی۔ مگر آپ میرا یقین کریں۔ میں نے کبھی آپ کو پانے کے خواب نہیں دیکھے۔ میں تو صرف آپ کے آس پاس رہنا چاہتی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ میں آپ کے قابل نہیں ہوں۔ لیکن محبت میرے بس میں نہیں تھی۔ آپ مجھے اس کے لیے معاف کر دیں۔ اور پلیز مجھ سے خفا مت ہوں۔ آپ جیسا کہیں گے میں ویسا ہی کروں گی۔"

وہ نم آنکھوں کے ساتھ بڑی بے چارگی سے کہہ رہی تھی۔ چند قدم کے فاصلے پر کھڑا نبیل اس کی بات کے دوران خاموش کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا اور جب وہ خاموش ہوئی تو آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور بنا کچھ کہے اس نے مائرہ کے دونوں ہاتھ نرمی سے تھام لیے۔ مائرہ رونا بھول کر حیرت زدہ سی اس کی طرف دیکھے گئی۔

"مائرہ! اگر اب میں خود تم سے کہوں کہ تم مجھے پانے

"کے خواب دیکھو تو۔" وہ بہت نرم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ مائرہ کو یہ سب خواب سا لگنے لگا۔

"مجھے معاف کرو مائرہ میں نے تمہیں بہت پریشان کیا۔ مگر میرا یقین کرو۔ مجھے تب تک خود بھی معلوم نہیں تھا کہ میرے دل میں کوئی چور گوشہ ایسا بھی ہے جس کے چپے چپے پر صرف تمہارا قبضہ ہے۔"

وہ اور بھی جانے کیا کچھ کہے جا رہا تھا۔ مائرہ کو کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ حیرت زدہ کھڑی تھی۔ ہزاروں بار کا دیکھا ہوا نبیل کا چہرہ آج اسے ہمیشہ سے کہیں زیادہ پیارا لگ رہا تھا اور وہ شادیٔ مرگ کے سے عالم میں اس کی جانب دیکھے جا رہی تھی۔ آج آنسوؤں کی دھند کے پار بھی اس کا چہرہ صاف اور واضح دکھائی دے رہا تھا۔

♥ ♡ ♥

محبت اوس کی صورت
پیاسی پنکھڑی کے ہونٹ سیراب کرتی ہے
گلوں کی آستینوں میں انوکھے رنگ بھرتی ہے
سحر کے جھٹپٹے میں گنگناتی مسکراتی جگمگاتی ہے
محبت کے دنوں میں دشت بھی محسوس ہوتا ہے
کسی فردوس کی صورت
محبت اوس کی صورت

نبیل احمد کی محبت نے اس کی زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا۔ وہ اتنی خوش رہنے لگی تھی کہ اسے کانٹے اور پتھر بھی خوب صورت دکھائی دیتے تھے۔ اتنے عرصے سے نبیل سے خاموش محبت کرنے کے دوران اس نے۔۔۔ تصور بھی نہیں کیا تھا کہ ایک دن وہ بھی اسے چاہنے لگے گا اور اب جب ایسا ہو گیا تھا تو اسے اپنی زندگی کسی خوب صورت خواب کی طرح دلکش اور حسین لگنے لگی تھی کہ اسے اپنی گزری ہوئی زندگی کا ہر غم بھول گیا تھا۔

نبیل پہلے بھی اس کے لیے بہت کیئرنگ رہا تھا۔ مگر اب وہ یوں اس کا دھیان رکھتا۔ جیسے وہ کوئی کانچ کی نازک سی گڑیا ہو اور مائرہ جس کے لیے اپنی طرف اٹھی اس کی ایک نظر بھی ہفت اقلیم کی دولت سے بڑھ کر تھی۔ اپنے لیے اس کی اتنی محبت دیکھ کر خوشی سے دیوانی ہوئی جاتی تھی۔

ان کی محبت کے اس راز سے ان دونوں کے علاوہ صرف ہنی واقف تھی اور وہ بھی ان کی خوشی میں ان سے بڑھ کر خوش تھی البتہ وہ جب بھی آتی۔ نبیل کو ماما پاپا سے بات کرنے پر ضرور اکساتی مگر نبیل کچھ عرصہ ٹھہر کر یہ ذکر چھیڑنا چاہتا تھا۔

اس شام بھی ہنی معاذ کے ساتھ آئی تھی اور جانے سے پہلے حسب عادت اس نے نبیل کو ماما پاپا سے اپنی اور مائرہ کی شادی کی بات کرنے کا مشورہ بھی دے ڈالا تھا۔ نبیل پہلے ہمیشہ اس طرح کی باتوں کو مذاق میں اڑا جایا کرتا تھا۔ مگر اس روز وہ خود بھی سنجیدگی سے اس بارے میں سوچنے لگا تھا۔

مائرہ اس کے لیے چائے لے کر آئی تو اس نے اسے بھی پاس بٹھا لیا۔

"مائرہ میں سوچ رہا ہوں۔ ماما سے اب بات کر ہی لوں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ تمہارے بی اے کر لینے کے بعد اس ذکر کو چھیڑا جائے۔ مگر ابھی تو تمہارا تھرڈ ایئر میں ایڈمیشن ہوئے دو ہی ماہ ہوئے ہیں۔ بی اے کرنے میں تو تمہیں بڑا عرصہ لگ جائے گا اور اتنا انتظار کرنا میرے لیے تھوڑا مشکل ہو گا۔"

سنجیدگی سے بات کرتے کرتے وہ آخر میں شوخ ہو گیا۔ مائرہ کا چہرہ گلابی پڑ گیا اور آنکھیں جھک گئیں۔

"تمہاری کیا رائے ہے؟" نبیل نے دلچسپی سے اس کی گھبرائی ہوئی صورت کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں کیا جانوں۔ آپ کی مرضی ہے۔"

اس کی طرف دیکھے بغیر وہ جلدی سے کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ باہر کی طرف دوڑ لگاتی۔ نبیل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تم بھاگ کیوں رہی ہو۔ میں تمہیں کچھ کہہ رہا ہوں؟"

اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے اس نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔ مگر مائرہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ تو اس کی شرارت سے چمکتی ہوئی آنکھیں اسے اس سنجیدگی کے مصنوعی ہونے کا یقین دلا گئیں۔ اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو گیا۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ۔" اس نے زور لگا کر ہاتھ چھڑانا چاہا۔ مگر نبیل نے گرفت تھوڑی اور مضبوط کر لی۔

"اگر نہ چھوڑوں تو۔؟" وہ اس کی گھبراہٹ سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"میں رو دوں گی۔" مائرہ نے سراسیمگی سے کہا۔ نبیل نے آہستہ سے ہنس کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ جس کے بعد کمرے سے بھاگنے میں اس نے ایک منٹ نہیں لگایا تھا۔

♥ ♡ ♥

"مائرہ ادھر آؤ ذرا۔" وہ کالج سے آئی تھی۔ سفید یونیفارم میں ملبوس شانے پر بیگ لٹکائے تھکے تھکے انداز میں اس نے سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا جب اسے اپنے پیچھے سے لبینہ احمد کی آواز سنائی دی۔ وہ یوں اچانک ان کی آواز سن کر گھبرا گئی۔ جلدی سے مڑتے ہوئے انہیں سلام کیا اور مرے مرے قدموں سے چلتی ہوئی ان کے قریب جا پہنچی۔ اندر آتے ہوئے چونکہ اس نے ادھر ادھر نہیں دیکھا تھا اس لیے اس کی نظر لبینہ احمد پر نہیں پڑی تھی۔ جو بالوں میں مہندی لگائے ایک صوفے پر بیٹھی ناخن فائل کر رہی تھیں۔

"بیٹھو۔" سامنے والے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ اس کی جانب دیکھے بغیر بولی تھیں۔ مائرہ بلا ضرورت صوفے کے کنارے پر ٹک گئی لبینہ احمد نے اس کے بیٹھنے کے بعد پہلی بار نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ تو مائرہ کو ان کی آنکھوں میں اپنے لیے ہمیشہ سے زیادہ سختی اور حقارت نظر آئی۔ گھبرا کر اس نے نظریں جھکا لیں۔

"نبیل کے ساتھ تم کیا گیم کھیل رہی ہو۔" ایک لمحے کی خاموشی کے بعد لبینہ احمد نے تیکھے لہجے میں سوال کیا۔ مائرہ پریشان ہو گئی۔

"جی۔ گیم۔؟" بہت مشکل سے وہ یہ دو لفظ ہی کہہ پائی۔

"تو اور کیا گیم ہی تو ہے۔ تم نے پہلے اسے اپنے حسن کے جال میں پھنسایا اور اب کروڑوں کی جائیداد حاصل کرنے کے لیے اس سے شادی کرنا چاہتی ہو۔ لیکن میری بات کان کھول کر سن لو میرے جیتے ہوئے ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ نبیل میرا اکلوتا بیٹا ہے اور میں اس کی شادی بہت دھوم دھام سے اپنی حیثیت کے لوگوں میں کروں گی۔ تم جیسی لڑکی تو اس کے قدموں کی دھول کے برابر بھی نہیں ہے۔ اس لیے تم یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کہ تم یہ فضول سا محبت کا چکر چلا کر ہمارے خاندان کی بہو بن جاؤ گی۔ میں ایسا کبھی بھی ہونے نہیں دوں گی۔ خواہ اس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔"

لبینہ احمد گویا پھٹ ہی پڑی تھیں۔ مائرہ پوری آنکھیں کھولے ہراساں بیٹھی ان کے چہرے پر موجود نفرت اور حقارت کو دیکھ رہی تھی۔ نبیل نے ابھی دو دن پہلے ہی تو اس سے کہا تھا کہ وہ لبینہ احمد سے جلد شادی کی بات کرے گا اور ان دو دنوں میں مائرہ نے ہزار مرتبہ دعا مانگی تھی کہ لبینہ احمد نبیل کی بات مان لیں۔ مگر اب سامنے بیٹھی عورت کی نفرت بھری نظریں اسے صاف بتا رہی تھیں کہ اس کی کوئی بھی دعا قبول نہیں ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے سر جھکا لیا۔

"میں تم جیسی لڑکیوں کے ہتھکنڈے اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ نبیل نادان ہے۔ مگر میں نادان نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں اس گھر میں رہنے دیا۔ اس احسان کو غنیمت جانو اور اس بھول میں نہ رہنا کہ تم اب ہمارے سر پر آ بیٹھو گی۔"

لبینہ احمد اسے خاموش دیکھ کر ایک بار پھر بڑے چبھتے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ مائرہ نے سر اٹھا کر ان کے

سخت چہرے کی طرف دیکھا اور روتے ہوئے بولی۔

"میں نے کبھی آپ کی دولت جائیداد حاصل کرنے کے بارے میں نہیں سوچا۔ مجھے ان سب چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نبیل سے واقعی محبت کرتی ہوں۔ وہ میری زندگی کی واحد خوشی ہیں۔ آپ انہیں مجھ سے نہ چھینیں۔ میں کبھی آپ سے ایک روپیہ بھی نہیں مانگوں گی۔"

"مجھ سے مانگنے کی تمہیں ضرورت بھی کیوں ہو گی۔ جب تم نبیل کو اپنے چکر میں پھنسا کر اس کی بیوی بن جاؤ گی تو یہ دولت جائیداد تو خود بخود ہی تمہیں مل جائے گی۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی تھیں اور لبنیٰ احمد کی استہزائیہ مسکراہٹ دیکھ کر وہ جیسے زمین میں گڑنے لگی تھی۔ چاہنے کے باوجود بھی کچھ بھی نہیں بول پا رہی تھی۔

"مجھے تم سے کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کرنا۔ صرف اتنا کہہ رہی ہوں کہ نبیل کو جیسے تم نے میرے پاس شادی کی بات کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ ایسے ہی اسے اس شادی سے انکار کرنے کے لیے بھی تم ہی کو بھیجنا ہو گا۔" وہ ایک لمحے کے لیے رکیں۔ مائرہ ساکت بیٹھی ان کی طرف دیکھتی رہی۔

"اگر نبیل نے دوبارہ بھی مجھ سے یہ کہا کہ وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس گھر میں تمہارا آخری دن ہو گا۔ میں دھکے مار مار کر تمہیں یہاں سے باہر نکال دوں گی۔ خواہ اس کے بعد تم دنیا کی ٹھوکریں کھاؤ یا دنیا کے سر پر بیٹھو کم از کم اس گھر میں میں تمہیں رہنے نہیں دوں گی کسی صورت میں بھی نہیں۔"

ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولتے ہوئے وہ اٹھیں اور ایک حقارت بھری نظر اس کے سفید پڑتے چہرے پر ڈال کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔

جبکہ مائرہ کو اپنے اندر اتنی ہمت بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی کہ وہ وہاں سے اٹھ کر بھاگ ہی جاتی۔ اس کے کانوں میں لبنیٰ احمد کے الفاظ گونج رہے تھے اور دماغ ماؤف ہوا جا رہا تھا۔

▼ ▽ ▼

نبیل نے پورچ میں گاڑی کھڑی کی اور عادتاً لان کی طرف نظر دوڑائی مگر آج لان کا وہ گوشہ سنسان پڑا تھا۔ جہاں پہلے ہر روز مائرہ بیٹھی اس کا انتظار کیا کرتی تھی۔ نبیل کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر گلاب کھل اٹھتے اور نبیل کو اندر جانے کا راستہ بھول جاتا تھا وہ سیدھا اس کے پاس لان میں جا پہنچتا اور پھر وہ دونوں کتنی ہی دیر تک وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہتے۔

مگر آج وہ وہاں نہیں تھی۔ نبیل کچھ سوچتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں جا کر اس نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔ اب اس کا رخ مائرہ کے کمرے کی طرف تھا۔ کمرے کا دروازہ نیم وا تھا اس نے ذرا رک کر دستک دی۔ مگر اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔ تو اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ سامنے ہی بیڈ سے ٹیک لگائے نیچے کارپٹ پر بیٹھی تھی اور اس نے اپنا سر گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا۔ نبیل اس کے یوں بیٹھنے پر کچھ پریشان سا ہو کر کمرے میں داخل ہو گیا۔

"مائرہ" اس نے آہستہ سے پکارا۔ مائرہ نے تیزی سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ نبیل پر نظر پڑتے ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟" وہ اس کے قریب آتے ہوئے پریشانی سے پوچھنے لگا۔ مائرہ نے اس کی طرف دیکھنے سے دانستہ گریز کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی طرف دیکھے گی تو وہ سب بھی نہیں کہہ پائے گی۔ جو اس سے کہنا چاہتی ہے۔

"ایسے ہی۔ گھر یاد آ رہا تھا۔" اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"تو اس میں رونے والی کیا بات ہے؟" وہ کچھ حیران ہوا۔ مائرہ ہونٹ کاٹنے لگی آنسو ایک بار پھر بے قابو ہوئے جا رہے تھے۔

"مائرہ۔" اس کے شفاف گالوں پر لڑھکتے آنسوؤں کے قطرے نظر آتے ہی نبیل الجھ کر رہ گیا۔ "تمہیں کسی نے کچھ کہا ہے۔ گھر کو یاد کر کے تو تم تب بھی اس طرح سے نہیں روئی تھیں۔ جب تم نئی نئی

یہاں آئی تھیں۔"

"مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں اور یہاں سے جائیں۔" وہ رخ موڑتے ہوئے بے اختیاری سے بولی۔ نبیل نے جھنجلا کر اس کو شانے سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا اور قدرے سختی سے بولا۔

"مائرہ مجھے یوں پریشان مت کرو۔ صاف صاف بتاؤ تمہیں ہوا کیا ہے؟"

"کچھ ہوا ہی نہیں تو میں آپ کو کیا بتاؤں۔" وہ ابھی بھی روئے جا رہی تھی۔

"مائرہ پلیز۔" اس بار اس نے بہت بے بسی سے کہا تھا۔ مائرہ کا دل اس انداز پر کٹ سا گیا۔

"آپ۔ آپ مجھ سے شادی کرنے کا فیصلہ بدل لیں۔" وہ بہت مشکل سے یہ ایک فقرہ ادا کر پائی تھی۔

"کیا؟" نبیل سناٹے میں رہ گیا۔ "تم جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو۔" اس نے تنک کر پوچھا تھا۔

"میں جو کہہ رہی ہوں۔ بہت سوچ سمجھ کر ہی کہہ رہی ہوں۔ میں تو ہمیشہ سے ہی جانتی تھی کہ میرا اور آپ کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ اسی لیے تو آپ سے بہت محبت کرنے کے باوجود میں نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا۔ کیونکہ مجھے اس بات کا احساس تھا کہ میں آپ کے قابل نہیں ہوں آپ کے سامنے میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

سر جھکا کر انگلیاں موڑتے ہوئے بول رہی تھی۔

"فضول باتیں کر رہی ہو مائرہ۔" نبیل جھنجلا کر بولا۔

"آخر مجھ میں کون سے ایسے ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ جو تم میرے قابل نہیں ہو میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہماری حیثیت ایک ہے کیونکہ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔"

آخر میں اس کا لہجہ خود بخود نرم ہو گیا تھا۔ مائرہ نے تیزی سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھوں میں محبت کے چراغ جلائے اس کی طرف دیکھ رہا تھا مائرہ کا شدت سے دل چاہا کہ وہ اپنی ہر چیز سے دستبردار ہو جائے کائنات کی ہر خوشی چھوڑ دے۔ مگر سامنے کھڑے اس بے حد محبوب شخص کو حاصل کرے لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کے پاس کوئی بھی ایسی قیمتی چیز نہیں ہے۔ جس کے بدلے میں اسے نبیل احمد مل جائے۔

"آنٹی نے مجھ سے کہا ہے کہ اگر آپ نے دوبارہ کبھی مجھ سے شادی کرنے کی بات کی تو وہ مجھے اس گھر سے نکال دیں گی۔ اس لیے میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ آپ۔"

اس کی آواز پر آنسو غالب آ گئے اور اس نے دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا لیا۔ نبیل ایک لمحے تک ساکت کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس کے پاس چلا آیا۔ اس نے زبردستی اس کے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹائے اور اسے شانوں سے تھام کر کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

"انہوں نے یہ کہہ دیا اور تم نے یقین کر لیا کہ ایسا ہی ہو گا۔ تم کیا مجھے اتنا ہی کمزور سمجھتی ہو کہ میری آنکھوں کے سامنے کوئی تمہیں اس گھر سے باہر نکال دے گا اور میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے تماشا دیکھتا رہوں گا۔ ایسا تو میں کبھی بھی نہ ہونے دیتا۔ چاہے مجھے تم سے محبت نہ بھی ہوئی ہوتی اور اب تو یہ کسی صورت ممکن نہیں ہے۔ بھروسہ رکھو مجھ پر میں تم پر کبھی آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے وہ بہت ملائمت سے کہہ رہا تھا۔ مائرہ کے آنسو تھم گئے تھے اسے نبیل احمد کے ہونٹوں سے نکلی ہوئی ہر بات پر اعتبار تھا۔

▼ ▽ ▼

لبنیٰ احمد باہر جانے کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔ جب نبیل ان کے کمرے میں داخل ہوا۔ انہوں نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اس کی صورت غور سے دیکھی۔ مگر اس کے چہرے پر کسی بھی طرح کے تاثرات نظر نہیں آ رہے تھے۔ وہ اس کے موڈ کا اندازہ لگانے سے قاصر رہیں۔

"آؤ نبیل بیٹھو۔" ذرا سا رخ موڑ کر انہوں نے

بشاش لہجے میں اسے مخاطب کیا تھا۔ نبیل کچھ بولے بغیر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور سنجیدہ نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے، کوئی کام ہے مجھ سے۔" آمنہ احمد کو اس کی نظروں سے الجھن سی ہونے لگی تھی۔

"آپ نے آج مائرہ سے کیا کہا ہے۔" اسی طرح ان کے چہرے پر نظریں جمائے اس نے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔

"اچھا۔ تو اس نے تمہارے آتے ہی تم تک رپورٹ پہنچا دی۔ بہت خوب میں اس لڑکی کی تیزی کی قائل ہو گئی۔"

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سے اٹھ کر بیڈ کے کنارے پر ٹکتے ہوئے وہ تیکھے لہجے میں گویا ہوئیں۔

نبیل کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"اس نے مجھے کوئی رپورٹ نہیں پہنچائی۔ بلکہ میرے بہت اصرار پر آپ کے کہے ہوئے کو میرے سامنے دہرایا ہے۔" وہ ایک لمحے کو رکا۔ "میں نے آپ سے بہت پہلے کہہ دیا تھا کہ میں آپ کے سرکل میں شادی نہیں کروں گا۔ بلکہ اپنی مرضی سے اس لڑکی کو اپنا جیون ساتھی بناؤں گا۔ جو مجھے سمجھتی ہو گی اور میرے خیال سے مائرہ ہی ایسی لڑکی ہے۔ جو میرے ہر معیار پر پوری اترتی ہے۔ کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے آپ پر بھروسہ کر کے بہت ایمانداری سے آپ سے مائرہ کے لیے اپنی فیلنگز خود شیئر کی تھیں اور آپ سے کہا تھا کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر جواب میں آپ نے کیا کیا۔ آپ اسے دھمکانے پہنچ گئیں۔"

بہت چاہنے کے باوجود وہ اپنا لہجہ نرم نہیں رکھ پایا تھا۔ آمنہ احمد کا رنگ بدل گیا۔

"نبیل! تم جانتے ہو تم اپنی ماں سے بات کر رہے ہو۔ اس دو ٹکے کی لڑکی کے لیے تم آج مجھ سے بدتمیزی پر اتر آئے ہو۔ اگر تمہاری اس سے شادی ہو گئی۔ تب تو تم نہ جانے ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے لگو گے۔"

"میں آپ سے بدتمیزی نہیں کر رہا۔ صرف آپ کو یہ حقیقت بتانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ مائرہ میری محبت ہے اور میری شادی اس سے ہو گی۔ اس لیے بہتر ہے کہ یہ نیک کام آپ اپنے ہاتھوں سے کر دیں ورنہ کورٹ کے دروازے تو کھلے ہی ہیں۔ ہمیں کورٹ میرج کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ مگر آپ کو شاید اپنے سرکل میں شرمندگی اٹھانا پڑے۔"

وہ اپنی بات کہہ کر اٹھ گیا تھا۔ آمنہ احمد ہکا بکا بیٹھیں اس کی جانب دیکھے جا رہی تھیں۔ جو بہت مضبوط قدموں سے دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

"اور ہاں ایک بات اور۔" دروازے پر پہنچ کر وہ ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"مائرہ کو اس گھر سے نکالنے کا خیال اپنے دل سے نکال دیں۔ کیونکہ اگر وہ اس گھر سے جائے گی۔ تو اکیلی نہیں ہو گی۔ بلکہ آپ کا اکلوتا بیٹا بھی اس کے ساتھ ہو گا۔ آپ میری بات سمجھ گئی ہوں گی۔"

مضبوط لہجے میں کہہ کر وہ دروازہ پار کر گیا۔ جبکہ اندر بیٹھیں آمنہ احمد آخری داؤ ہار جانے والے جواری کی طرح سر جھکائے بیٹھی رہ گئی تھیں۔ ان کے چہرے پر سوچ اور فکر کے رنگ بہت گہرے تھے اور انہیں شاید یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو کر بیٹھی تھیں۔

♥ ♡ ♥

اس دن سے صرف ایک ہفتے بعد مائرہ منگنی کا جوڑا پہنے نبیل کے پہلو میں بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ اس کا چہرہ اتنا خوب صورت لگ رہا تھا کہ اس پر نظریں نہیں ٹک رہی تھیں اور یہ خوب صورتی قیمتی لباس اور زیورات سے زیادہ اس خوشی کی مرہون منت تھی۔ جو اس کے اندر سے پھوٹ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ آج اس کے اور نبیل کے درمیان موجود ہر دیوار گر چکی ہے۔

نبیل نے اس کی انگلی میں ہیرے کی جگمگاتی انگوٹھی پہنائی۔ تب بھی اسے یہ سب کچھ کسی خواب

صورت خواب کا حصہ معلوم ہو رہا تھا اور وہ اس خواب کے دائمی ہونے کی دعا کرتی رہی۔ نبیل نے صرف ایک ہفتہ پہلے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے اور اس کے بیچ موجود ہر دیوار گرا دے گا اور اس نے بغیر کوئی سوال کیے نبیل کی کہی ہوئی بات کا یقین کر لیا تھا۔ اسے نبیل کی بات پر بے اعتمادی کبھی ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ مگر پھر بھی جب دو روز پہلے نبیل نے اسے آمنہ احمد اور احمد حسن کے رضامند ہو جانے کی خوشخبری سنائی تو وہ خوش ہونے سے زیادہ حیران ہوئی تھی۔

"ہیں۔ مگر یہ کیسے ہوا میرا مطلب ہے آنٹی مان کیسے گئیں۔" اس نے بہت حیرت سے پوچھا تھا۔

"تم آم کھاؤ۔ پیڑ گننے کی تکلیف کیوں اٹھاتی ہو؟"

وہ جواب میں بے نیازی سے بولا تھا۔

"اور اب۔" اس نے پہلو میں بیٹھے نبیل احمد کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے تفاخر سے سوچا تھا۔

"مجھے زندگی سے سب کچھ مل گیا۔ میں اب کبھی اپنے گزرے ہوئے کل کو یاد نہیں کروں گی۔ کیونکہ زندگی نے میرے آج تک کے ہر دکھ کی تلافی نبیل احمد کی صورت میں کر دی ہے۔"

منگنی کی رسم گھر کے لان میں ہی کی گئی تھی اور اگرچہ بہت جلدی میں منگنی کا فیصلہ ہوا تھا۔ مگر پھر بھی تقریب میں کافی لوگ آئے تھے اور اچھی خاصی رونق ہو رہی تھی۔ ہبہ تو صبح سے ہی آ گئی تھی۔ البتہ عینی شام ڈھلے ہاسٹل سے گھر پہنچی تھی۔ اور مائرہ کو اس وقت بڑی خوشگوار سی حیرت ہوئی تھی۔ جب ہمیشہ کی کم گو اور سنجیدہ عینی نے اسٹیج پر آ کر اسے ایک خوب صورت پیپر میں لپٹا گفٹ تھما کر کہا تھا۔

"میں نے بھی اپنی اکلوتی بھابی کا خیالی خاکہ نہیں بنایا تھا۔ مگر تمہیں اپنی بھابی کے روپ میں دیکھ کر مجھے بہت اچھا لگا۔"

جواب میں وہ سر جھکا کر مسکرا دی تھی۔

احمد حسن ہمیشہ کی طرح آج بھی سنجیدہ اور مصروف ہی نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے مائرہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر رسمی سے انداز سے دعا دی تھی۔ مگر آمنہ احمد نے اتنا بھی نہیں کیا تھا۔ وہ تقریب میں موجود تھیں۔ مگر اسٹیج کی طرف تو ایک طرف انہوں نے اس جانب دیکھنا تک گوارہ نہیں کیا تھا۔

مائرہ کو معلوم نہیں تھا کہ نبیل نے انہیں کیسے رضامند کیا ہو گا۔ مگر وہ ان سے ابھی بھی بہت خائف ہو رہی تھی۔ اسے اچھی طرح سے اندازہ ہو رہا تھا کہ آمنہ احمد اس کی اور نبیل کی شادی کے لیے دل سے رضامند نہیں ہوئیں اور انہوں نے محض مجبور ہو کر نبیل کی منگنی اس سے کی ہے۔

اس کا یہ اندازہ بالکل درست تھا۔ یہ اسے اسی رات معلوم ہو گیا۔ وہ اپنے لیے چائے بنانے کچن میں جا رہی تھی۔ جب سامنے سے آتی آمنہ احمد کو دیکھ کر کاریڈور میں ہی ٹھٹھک کر رک گئی۔

"آج تو تم بہت خوش ہو گی کہ تم نے مجھے شکست دے دی؟"

اس کے قریب آ کر رکتے ہوئے انہوں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ مائرہ چپ کھڑی اپنے پیروں کو گھورتی رہی۔

"مگر یہ شکست وقتی ہے مائرہ اکرم۔ تم جلد دیکھو گی کہ میں اپنی شکست کو فتح میں اور تمہاری فتح کو شکست میں کس طرح بدلتی ہوں۔ تم آج بہت خوش ہو۔ مگر تم دیکھنا میں تمہاری ان خوشیوں میں کس طرح سے آگ لگاتی ہوں۔ تم میرے بیٹے کو میرے مقابل تو لے آئیں۔ مگر اس کا جو نتیجہ تم بھگتو گی۔ وہ تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا۔"

اپنی بات کہہ کر وہ وہاں رکی نہیں تھیں اور نہ ہی انہوں نے مائرہ کا ردعمل جاننے کی کوشش کی تھی۔ جو زرد چہرہ لیے یک ٹک دور جاتی ہوئی آمنہ احمد پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ آمنہ احمد کاریڈور کے موڑ پر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ تو اس کی نظریں اپنی انگلی میں موجود اس جگمگاتی ہوئی انگوٹھی پر جم گئیں۔ جو آج شام ہی اسے نبیل احمد نے پہنائی تھی۔ اس نے انگوٹھی کو یوں اپنے دوسرے ہاتھ سے ڈھانپا جیسے اسے کوئی اتارنے کو آ رہا ہو۔ چند لمحے وہ تنہا طویل د

عریض کاریڈور میں کھڑی رہی۔ پھر مرے مرے قدموں سے چلتی ہوئی واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہ خوشی جس نے آج ساری شام اس کا حصار کیے رکھا تھا۔ اس وقت نہ جانے کہاں منہ چھپا کر بیٹھ گئی تھی۔

♥ ♡ ♥

نبیل ہاتھ میں کی رنگ جھلاتا ہوا بہت مگن سا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ جب اس کی نظر لونگ روم میں بیٹھی مائرہ پر پڑی۔ اس کے اردگرد کافی ساری کتابیں بکھری ہوئی تھیں۔ مگر وہ خود ایک کتاب گود میں رکھے نہ جانے کن سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ شاید کچھ دیر پہلے ہی نہا کر آئی تھی۔ اس لیے اس کے دراز بال کھلے نظر آ رہے تھے اور وہ بے خیالی میں بالوں کی ایک لٹ بار بار اپنی انگلی پر لپیٹ لپیٹ کر کھول رہی تھی۔

نبیل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ سیڑھیوں کے آخری موڑ پر کھڑا بے اختیار ہی اس کے دلکش چہرے کی طرف دیکھے گیا۔

مائرہ کو شاید اپنے چہرے پر اس کی نظروں کی تپش محسوس ہو گئی تھی۔ اسی لیے وہ خیالوں کی دنیا سے کچھ چونک کر حقیقت کی دنیا میں واپس آئی اور نظروں کا زاویہ ذرا سا بدل کر سیڑھیوں کی طرف دیکھنے لگی۔ نبیل پر نظر پڑتے ہی وہ ذرا سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ مگر اس کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی جوں کی توں برقرار رہی تھی۔ نبیل باقی سیڑھیاں اتر کر اس کے قریب چلا آیا۔

"کتابوں کی سلطنت میں بیٹھ کر سوچوں میں کون سی گتھیاں سلجھائی جا رہی تھیں۔"

نبیل نے ایک کتاب اٹھا کر کھولتے ہوئے اس نے مائرہ سے سوال کیا تھا۔ جواب میں مائرہ پھیکے سے انداز سے مسکرا دی۔

"کچھ خاص نہیں بس یونہی۔"

"بس یونہی کیا ہوتا ہے؟" نبیل نے منہ بنا کر کہا اور کتاب واپس رکھ دی۔

"آپ کہیں جا رہے ہیں؟" مائرہ نے بات بدلنے کی کوشش سے پوچھا تھا۔ اس کی نظریں نبیل کے ہاتھ میں پکڑی کی رنگ پر مرکوز تھیں۔

"ہاں ہنی کی طرف جا رہا ہوں۔ تم چلنا چاہو گی۔"

"نہیں نہیں مجھے ابھی ایک اسائنمنٹ پر کام کرنا ہے۔ آپ جائیں۔ میں پھر کسی روز چلی جاؤں گی۔"

"اوکے ایز یو وش میں چلتا ہوں۔"

اس کے دراز بالوں پر ایک ستائشی نظر ڈالتے ہوئے وہ باہر کی طرف بڑھ گیا اور مائرہ گہرا سانس لے کر نئے سرے سے سوچوں کے لامتناہی سمندر میں اتر گئی۔ اس کے چہرے پر چھائی ہوئی سنجیدگی میں اب کسی قدر اداسی کا رنگ بھی شامل ہو گیا تھا۔ اور آنکھوں میں ایک عجیب سا ملال ٹھہر گیا تھا۔

♥ ♡ ♥

فون کی بیل متواتر بج رہی تھی۔ نبیل نے کچھ جھنجھلا کر فائل بیڈ پر پٹخی اور فون کا ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو، نبیل احمد از ہیئر۔" اس کا لہجہ ہلکی سی بیزاری لیے ہوئے تھا۔ اس وقت چونکہ وہ بہت ضروری کام کر رہا تھا۔ اس لیے فون کی اس مداخلت نے اسے غصہ دلا دیا تھا۔

"دیکھئے مجھے مائرہ اکرم سے بات کرنی ہے۔ آپ پلیز ذرا ان کو فون پر بلا دیں۔"

دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز ابھری۔ لہجہ کافی شائستہ تھا۔ نبیل نے جواب دینے سے پہلے وال کلاک کی جانب دیکھا۔ جو رات کے ساڑھے بارہ بجے کا اعلان کر رہا تھا۔

"آپ کون ہیں؟" اپنی حیرت پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔

"میں ان کا۔ میں ان کا کلاس فیلو ہوں۔ مجھے ان سے ایک اسائنمنٹ کے سلسلے میں ضروری بات کرنی ہے۔ میرا نام ذاکر ملک ہے۔"

دوسری طرف سے کچھ اٹک کر بتایا گیا تھا۔ نبیل کچھ اور الجھ گیا۔ مگر مزید کوئی سوال کرنا اسے مناسب نہیں لگا۔ تو اس نے مائرہ کے کمرے میں موجود ٹیلی فون

ن کا [illegible] کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن بعد میں بھی کتنی ہی دیر تک لاشعوری طور پر ذاکر ملک کے متعلق سوچتا رہا۔ جس نے اتنی رات گئے مائرہ کے لیے فون کیا تھا۔

♥ ♡ ♥

ہنی کے پیپرز ختم ہوئے تھے۔ اس لیے اس جمعے کو اچانک ہی دو دن کے لیے گھر آ گئی۔ ورنہ تو جب سے دوسرے پراف میں پروموٹ ہوئی تھی۔ اس نے مستقل ہاسٹل میں ہی ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ کبھی گھر آتی بھی تھی۔ تو اس کا قیام چند گھنٹوں سے زیادہ کا نہیں ہوتا تھا۔ مگر اس بار وہ نا صرف یہ کہ اکٹھے دو دن کے لیے آئی تھی۔ بلکہ اس کے ساتھ نہ تو کوئی کتاب تھی اور نہ ہی نوٹس کا کوئی پلندہ جو کہ اچھی خاصی حیران کن بات تھی۔

"بھئی آج کل میں کچھ تفریح کے موڈ میں ہوں اور ویسے بھی بہت عرصے سے ہم لوگوں نے اکٹھے کوئی پروگرام بھی نہیں بنایا۔ اس لیے میں نے سوچا۔ آپ لوگوں کی خاطر اپنے دو قیمتی دنوں کی قربانی دے کر دو دن ذرا سیر و تفریح میں گزار لوں۔"

اسی رات کھانے کی میز پر اس نے نبیل کے استفسار کے جواب میں لاپروائی سے شانے اچکا کر کہا تھا۔ نبیل اس کی بات سن کر ہنس پڑا۔

"بہت خوب تفریح کا موڈ اپنا ہو رہا تھا۔ اور احسان بھی ہم پر کیا جا رہا ہے۔ کہ محترمہ ہماری خاطر اپنے دو قیمتی دنوں کی قربانی دے رہی ہیں۔"

اس نے قیمتی دنوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر ہنی بھی ہنس پڑی۔ جبکہ مائرہ ان دونوں کی گفتگو سے لاتعلق اپنی سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کھانا بھی وہ برائے نام ہی کھا رہی تھی۔

"میں ذرا ہنی کو بھی فون کر دوں کہ وہ صبح ہوتے ہی معاذ بھائی کے ساتھ یہاں پہنچ جائیں۔"

ہنی کھانا کھا چکی تھی۔ اس لیے ہنی کو فون کرنے کا کہہ کر ٹیبل سے اٹھ گئی۔ نبیل نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے دزدیدہ نظروں سے مائرہ کی طرف دیکھا۔ جو کتنی ہی دیر سے تھوڑے سے چاول اپنی پلیٹ میں ڈالے بیٹھی تھی اور اس سے ابھی تک وہ بھی ختم نہیں ہوئے تھے۔ اس کا دھیان نہ جانے کہاں پہنچا ہوا تھا۔

"مائرہ" نبیل نے پکارا تو وہ ہڑبڑا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ "کیا بات ہے۔ تم کھانا ٹھیک سے نہیں کھا رہیں۔ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" اس کا یوں چونکنا نظر انداز کر کے نبیل نے بہت نرمی سے پوچھا تھا۔

"جی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں اور کھانا بھی میں نے کھا لیا ہے۔" اس نے جلدی سے جواب دیا۔ نبیل نے ایک نظر اس کی پلیٹ پر ڈالی جس میں ڈالے گئے تھوڑے سے چاول جوں کے توں موجود تھے۔ مائرہ نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں اپنی پلیٹ کی طرف دیکھا اور قدرے گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"دراصل۔ میں نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی سینڈوچ کھا لیا تھا۔ اس لیے اب بھوک نہیں تھی۔"

"تو اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ تم کھانا کھانے سے انکار کر دیتیں۔"

نبیل نے کچھ مسکرا کر اس کی گھبرائی ہوئی صورت پر نظریں جما کر کہا۔ مگر اس سے پہلے کہ مائرہ اس کی بات کے جواب میں کچھ کہتی کرامت ڈائننگ روم میں داخل ہوا اور مائرہ کو مخاطب کر کے بولا۔

"مائرہ بی بی۔ آپ کا فون ہے۔ لونگ روم والے سیٹ پر۔"

"اچھا میں آتی ہوں۔" نبیل کے سوالوں سے بچنے کے لیے وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی طرف دیکھے بغیر باہر نکل گئی۔ نبیل چند لمحے وہیں بیٹھا اس کے رویے پر غور کرتا رہا۔ پھر خود بھی اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ لونگ روم سے گزرتے ہوئے اس کی نظر ایک بار پھر مائرہ پر پڑ گئی۔ جو فون کا ریسیور کان سے لگائے کھڑی تھی۔ مگر نبیل کو دیکھتے ہی اس نے بغیر خدا حافظ کہے جلدی سے فون رکھ دیا۔

نبیل اس کے اس انداز پر کچھ حیران سا ہو گیا۔

"بس کا فون تھا۔" ذرا سا رک کر اس نے دوستانہ انداز سے پوچھا۔

"جی۔ وہ میری دوست کا فون تھا۔" وہ کچھ پریشان سے انداز میں اٹکتے ہوئے بولی۔ اس کی پیشانی پر چمکتے پسینے کے قطرے نبیل کو الجھا گئے۔ مگر اس نے مزید کچھ نہیں پوچھا اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلا گیا۔ جبکہ مائرہ اس کے جاتے ہی نرم سے صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کی نظریں فون پر جمی ہوئی تھیں اور آنکھوں سے ہلکا سا خوف جھانک رہا تھا۔

♥ ♡ ♥

ہنی واقعی ٹھیک ٹھاک تفریح کے موڈ میں تھی۔ اگلے دن وہ پہلے تو دن دس بجے تک سوئی رہی۔ جو گھر میں سبھی کے لیے حیرت انگیز بات تھی کیونکہ عام طور پر اگر وہ پوری رات بھی جاگا کرتی تھی۔ تو بھی صبح سویرے کا ٹائم اس کا ہمیشہ پڑھائی کے لیے وقف ہوا کرتا تھا۔ جبکہ اس روز ہنی دس بجے آئی تو اس نے زرد سی ہنی کو اٹھایا۔

"مجھے اصرار کر کے اس لیے بلایا تھا کہ خود سارا دن خواب خرگوش کے مزے لیتی رہو۔" ہنی نے مصنوعی خفگی سے کہا تو ہولیا" وہ ہنس پڑی۔

"کھکھو کچھ ڈھیر سارا سونا بھی میری تفریح کا ایک حصہ ہے۔ یوں آج میں بڑے عرصے بعد بارہ گھنٹے سوئی ہوں۔" اس نے بشاشت سے کہا۔

"گو اب بڑے عرصے بعد ہی بھاری بھر کم سا ناشتا کروں گی پھر ہم شاپنگ کے لیے چلیں گے۔ شام کو نبیل اور معاذ بھائی کے آنے کے بعد پہلے ریس کورس جائیں گے۔ پھر نبیل بھائی ہمیں پی سی میں ڈنر کروائیں گے اپنی منگنی کی خوشی میں اور آخر میں ہم کوئی اچھی سی انگلش فلم دیکھیں گے۔ معاذ بھائی کے خرچے پر۔ ان کی کئی مہینے پہلے ہونے والی شادی کی خوشی میں گھر آ کر مائرہ کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے پئیں گے ہیں یا منگنی کی خوشی میں اور پھر تھکن سے سو جائیں گے۔"

سدا کی کم گو ہنی آج خوب چہک رہی تھی۔ ہنی مسکرا دی۔

"بڑا لمبا چوڑا پروگرام ہے۔ کسی دوسرے سے مشورہ بھی لیا ہے یا خود ہی سب کچھ طے کیے بیٹھی ہو۔"

"مشورہ کیوں لیتا تھا۔ سب کو بتا تو دیا تھا۔ رات ہی میں کہ آئندہ دو روز تفریح کی جائے گی۔ وہ تو دونوں حضرات نے دھوکا دیا اور آج بھی اپنے اپنے دھندے پر روانہ ہو گئے ورنہ ہم شاپنگ پر بھی انہیں ساتھ لے کر جاتے۔ مائرہ کہاں ہے؟ وہ بھی کالج تو نہیں چلی گئی۔" بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"نہیں گھر پر ہی ہے۔ مگر کچھ ڈل سی ہو رہی ہے کہہ رہی تھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ سر میں درد ہے۔"

"اوں ہوں۔ اس کی طبیعت بھی آج ہی خراب ہونا تھی۔ خیر آپ ذرا ناشتا بنوائیں میں پندرہ منٹ میں نیچے آ رہی ہوں۔ مائرہ کی طبیعت بھی دیکھ لوں گی۔" دھیرے سے ہنس کر وہ واش روم میں گھس گئی اور جب پندرہ منٹ بعد نیچے آئی تو ہنی اور مائرہ دونوں ڈائننگ ٹیبل پر اس کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ ناشتہ کافی خوشگوار ماحول میں کیا گیا۔ مگر جب شاپنگ پر چلنے کے لیے ہنی نے مائرہ کو دعوت دی۔ تو اس نے نرمی سے انکار کر دیا بازار جاتے وہ یوں بھی گھبرایا کرتی تھی اور آج تو اس کی طبیعت بھی خراب تھی۔ چہرے کا رنگ پھیکا پڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"تو کے میں اصرار نہیں کرتی مگر شام تک اپنی طبیعت کو ہر صورت ٹھیک کر لینا۔"

ہنی نے جانے سے پہلے تنبیہہ کی تو مائرہ جواب میں کچھ بولے بغیر مسکرا دی اور بعد میں کتنی ہی دیر تک یونہی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی خیالوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکتی رہی۔ آخر جب بشیر برتن اٹھانے کے لیے آیا۔ تو وہ چونکی اور اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

♥ ♡ ♥

شام کو وہ سب ریس کورس جانے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ مگر مائرہ ابھی تک نیچے نہیں آئی تھی۔ آخر نبیل اسے بلانے کے لیے خود گیا۔ مگر چند منٹ بعد اکیلا ہی واپس آ گیا۔

"مائرہ نہیں جا رہی۔ اس کی طبیعت خراب ہے۔ وہ پوچھ رہی ہے"

نیچے آ کر اس نے اطلاع دی تھی۔ نبیل کا چمکتا ہوا چہرہ بجھ گیا۔

"اس کی طبیعت کو یکایک کیا ہو گیا؟" وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"میں ابھی دو منٹ میں آ رہا ہوں۔" اس نے کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی طرف چلا گیا۔ مائرہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ نبیل کو دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا مائرہ تم ہمارے ساتھ باہر کیوں نہیں چل رہیں؟" اس کے چہرے پر کھنڈی زردی نے نبیل کو پریشان کر دیا تھا۔ مگر اس نے لہجہ نارمل ہی رکھا۔

"بس ایسے ہی طبیعت ذرا خراب ہے۔" مائرہ نے نظریں اوپر اٹھائے بغیر جواب دیا۔

"ہوا کیا؟" نبیل نے قدرے جھک کر اس کی ٹھنڈی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ مائرہ یوں جھجک کر پیچھے ہٹی جیسے اس کی پیشانی پر کسی نے جلتا ہوا انگارہ رکھ دیا ہو۔

"بخار تو نہیں محسوس ہو رہا۔" وہ اس کے ردعمل کو نظرانداز کرتے ہوئے ملائمت سے بولا۔

"بخار نہیں ہے۔ سر میں درد ہے۔"

"سر درد کی خیر ہے۔ باہر نکلو گی تو ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ بشاشت سے بولا۔ "جلدی سے تیار ہو کر نیچے آ جاؤ۔ سب لوگ تیار بیٹھے ہیں۔ بس تمہارا ہی انتظار ہے۔"

"پلیز نبیل! آپ لوگ چلے جائیں۔ میرا جی نہیں چاہ رہا۔" اس نے عاجزی سے انکار کرنا چاہا۔

"کیسے چلے جائیں۔ تمہارے بغیر وہاں میرا دل نہیں لگے گا۔"

وہ اس کے انکار سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میں نے کہا نا مجھے نہیں جانا۔" مائرہ نے چڑ کر اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے قدرے بلند آواز سے کہا۔ نبیل کے ہونٹ بھنچ گئے۔ اس نے آہستگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اس کے چہرے پر چھائی چند لمحے پہلے کی چمک ماند پڑ گئی تھی۔ مائرہ نے جھکی نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اس کے بجھے ہوئے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ اس کے ہونٹ کانپ کر رہ گئے۔ مگر نبیل واپسی کے لیے مڑ چکا تھا۔ مائرہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ اسے اپنے رویے کی بدصورتی پر پشیمانی ہونے لگی تھی۔

"نبیل!" اس نے پیچھے سے آواز دی۔ وہ رک گیا مگر مڑا نہیں۔

"میں دس منٹ میں تیار ہو کر آ رہی ہوں۔"

اس کی آواز لرز رہی تھی۔ نبیل نے آہستہ سے گردن گھما کر اس کی طرف غور سے دیکھا اور اثبات میں سر ہلا کر باہر نکل گیا۔ مگر اس کے چہرے کی ماند پڑ جانے والی چمک واپس نہیں لوٹی تھی۔ مائرہ کے دل پر بوجھ سا آن پڑا۔

♥ ♡ ♥

نبیل دفتر جانے کے لیے تیار ہو کر باہر نکلا تھا۔ جب اس کی نظر اندرونی دروازہ کھول کر باہر آتی مائرہ پر پڑی۔ سفید یونیفارم میں سادگی سے بال بنائے وہ کچھ تھکی تھکی سی نظر آ رہی تھی۔ نبیل گاڑی کا دروازہ کھولتے کھولتے رک گیا۔

"آؤ مائرہ میں تمہیں کالج چھوڑ دوں۔"

مائرہ کے قریب آنے پر اس نے آفر کی۔ مائرہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں آپ جائیں۔ میں آج دیر سے جاؤں گی۔ میرے پہلے دو پیریڈ فری ہیں۔"

اس کے ہاتھ میں اس وقت صرف ایک کتاب تھی۔ "غالبا" وہ کچھ دیر پڑھنے کی غرض سے لان کی طرف جا رہی تھی۔ اس کا جواب سن کر نبیل نے

شانے اچکائے اور گاڑی کا دروازہ کھولنے لگی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ گاڑی میں بیٹھتی، چوکیدار ہاتھوں میں ایک بڑا سا سرخ گلابوں کا بکے تھامے سامنے سے آتا ہوا نظر آیا۔ نبیل کچھ حیران سا ہو کر رک گیا۔ مائرہ بھی ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔

"مائرہ بی بی! یہ پھول آپ کے لیے کوئی دے کر گیا ہے۔"

چوکیدار نے قریب آ کر بکے مائرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

چوکیدار واپس گیٹ کی طرف مڑ گیا۔ مائرہ نے پھولوں کے ساتھ منسلک کارڈ کھول لیا۔ نبیل وہیں کھڑا اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ کارڈ کھولتے ہی مائرہ کا رنگ ایک دم سے زرد پڑ گیا اور پھول اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر بکھر گئے۔

صورت حال نبیل کے لیے بالکل غیر متوقع تھی۔ گاڑی کا دروازہ بند کر کے وہ تیزی سے مائرہ کی طرف آیا۔ مائرہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ وہ تو یوں ہراساں نظروں سے پھولوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جیسے وہ پھول نہ ہوں سانپ بچھو ہوں۔

"یہ... میں اسے بالکل نہیں جانتی۔ اسے میں نے کبھی دیکھا تک نہیں ہے۔ میں اسے بالکل نہیں جانتی۔"

کارڈ کے ٹکڑے کرتے ہوئے وہ ہسٹریائی انداز سے چلانے لگی۔

"مائرہ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ ہوش میں آؤ۔"

اسے یوں چلاتے دیکھ کر نبیل نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔ وہ جیسے ایک دم حواسوں میں واپس آ گئی تھی۔ خاموش ہو کر اس نے ایک خوفزدہ سی نظر اپنے قریب کھڑے نبیل پر ڈالی اور اگلے ہی لمحے کارڈ کے ٹکڑے فرش پر پھینک کر وہ اس کی گرفت سے اپنے بازو چھڑاتی ہوئی تیزی سے اندر بھاگ گئی۔ اگلے چند لمحوں تک نبیل حیرت زدہ کھڑا اس کے پیچھے بند ہونے والے دروازے کی طرف دیکھے گیا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر اس نے کارڈ کے ٹکڑے جھک کر اٹھا لیے۔ مگر کارڈ بالکل پرزے پرزے ہو چکا تھا۔ اس پر لکھی ہوئی عبارت پڑھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ نبیل کوشش کے باوجود اس کے ذریعے کچھ نہیں جان سکا اور الجھی ہوئی نظروں سے زمین پر گرے سرخ گلابوں کی طرف دیکھنے لگا۔

رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ پچھلے کئی گھنٹوں سے وہ لایعنی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ رہ رہ کر اسے آج دن کے واقعات یاد آنے لگتے تھے۔ صبح صبح مائرہ کے لیے پھولوں کا تحفہ آنا اور اس پر مائرہ کا عجیب و غریب رد عمل اسے الجھا رہا تھا۔ تو آج شام کا واقعہ اس سے بھی بڑھ کر پریشان کر رہا تھا۔

شام بہت دھندلی اور سرد تھی۔ مائرہ ٹیرس پر تنہا بیٹھی ہوئی تھی اور سوچوں میں اتنی گم تھی کہ اسے نبیل کے وہاں آنے کا بھی پتہ نہیں چلا تھا۔ نبیل کتنے ہی منٹ تک چپ چاپ کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جو زرد شال لپیٹے خود بھی زرد زرد سی لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں خلا میں کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ نظروں کا زاویہ بدل کر اپنے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں موجود ہیرے کی انگوٹھی کو دیکھنے لگتی تھی اور ایسے میں اس کے چہرے پر عجیب ناقابل فہم سا تاثر دکھائی دینے لگتا تھا۔

"مائرہ۔" نبیل نے آہستہ سے پکارا تھا۔ مگر وہ بری طرح سے چونک گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو تم یوں اکیلے بیٹھ کر؟" دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے نبیل نے نرمی سے پوچھا تھا۔ مگر وہ کچھ اور زرد ہو گئی تھی۔

"جی... کچھ نہیں بس ایسے ہی بیٹھی تھی۔" کچھ الجھے ہوئے انداز میں کہہ کر وہ خاموش ہو گئی اور گود میں دھرے اپنے ہاتھوں کو گھورنے لگی۔

"مائرہ! پتہ نہیں کیوں پچھلے کچھ دنوں سے تم مجھے کچھ بدلی بدلی سی لگ رہی ہو۔" نبیل کے لہجے میں الجھن تھی۔ مائرہ نے تیزی سے سر اٹھایا۔ اس کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔ مگر وہ کچھ بولی نہیں۔

"کوئی پرابلم ہے تو مجھ سے کہو۔ اتنی اداس اور پریشان کیوں رہنے لگی ہو۔"

"نہیں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آپ کو یونہی وہم ہوا ہے۔"

اس نے رکھائی سے جواب دیا تھا۔ نبیل کی الجھن بڑھ گئی۔ مائرہ کبھی اس سے اس لہجے میں بات نہیں کرتی تھی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا۔ وہ اچانک اٹھی اور تقریباً بھاگتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ نبیل شاک کے عالم میں وہیں بیٹھا رہ گیا تھا۔

"آخر مائرہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ کیا اسے مجھ سے کوئی شکایت پیدا ہو گئی ہے یا پھر اسے مجھ سے محبت نہیں رہی۔" تاریک آسمان پر نظریں جمائے اس نے آزردگی سے سوچا تھا۔ پچھلے کئی گھنٹوں میں اس نے کتنی ہی بار یہ سوال اپنے آپ سے کیا تھا۔ مگر ہر بار یہ سوال کرنے پر اس کے اندر ویسی ہی گھور تاریکی چھا جاتی تھی۔ جیسی تاریکی اماوس کی اس کالی رات میں آسمان پر نظر آ رہی تھی۔

♥ ♡ ♥

ٹھیک اسی وقت مائرہ بھی اپنے کمرے کی کھڑکی کھولے اسی طرح تاریک آسمان کو گھور رہی تھی۔ جس طرح نبیل احمد گھور رہا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس کے اندر کی تاریکی نبیل احمد کے اندر کی تاریکی سے کہیں زیادہ تھی اور اس تاریکی میں گہرے خوف کی آمیزش اسے مزید تکلیف دے رہی تھی۔

"آخر وہ کون ہے۔ جو اس طرح میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس نے مجھے کہاں دیکھ لیا۔"

کھڑکی سے ہٹ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے لرزتے ہوئے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر خود سے یہی سوال کیا۔ جو نہ جانے پچھلے کتنے دن سے کر رہی تھی۔ مگر ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب اسے اپنے اندر سے نہیں مل سکتا تھا۔ اس لیے ہر بار اس سوال کے جواب میں اندر پھیلا ہوا سناٹا مزید گہرا ہو جاتا۔

ڈاکٹر ملک نام کے اس شخص کا پہلا فون اس کے لیے اپنی منگنی کے چھ روز بعد آیا تھا۔ وہ ابھی کالج سے آ کر بیٹھی ہی تھی۔ جب فون کی بیل بجی تھی۔ اس نے کچھ اکتائے ہوئے انداز سے ریسیور اٹھایا۔

"کیا میں مائرہ سے بات کر سکتا ہوں؟" دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز ابھری تھی۔ جو اس کے لیے قطعی اجنبی تھی۔ مگر لہجے کی بے تکلفی نے اسے الجھا کر رکھ دیا۔

"جی میں مائرہ بول رہی ہوں۔ مگر آپ کون ہیں؟" اس نے کچھ حیرت سے سوال کیا تھا۔

"ڈاکٹر ملک۔" دوسری طرف سے مختصر جواب آیا۔

"کون... کون ڈاکٹر ملک؟"

"تم مجھے نہیں جانتیں مگر میں تمہیں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں اور اگر تم مجھے نہ ملیں۔ تو میں تمہاری آنکھوں کے سامنے اپنی جان دے دوں گا۔" دوسری طرف سے بہت جذباتی انداز سے کہا گیا۔ مائرہ کا چہرہ تپ اٹھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہیں آپ۔ میں آپ کو جانتی تک نہیں اور آپ نہ جانے کیا اول فول بکے جا رہے ہیں۔"

اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں بکواس نہیں کر رہا۔ یہ حقیقت ہے کہ میں تم سے۔"

"شٹ اپ یو ایڈیٹ۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے مائرہ نے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ بعد میں وہ کتنی ہی دیر تک اس کال کے بارے میں سوچتی اور پریشان ہوتی رہی۔ پھر اس نے یہ کہہ کر خود کو تسلی دے لی کہ ڈاکٹر ملک کا شمار انہیں لڑکوں میں ہوتا ہو گا۔ جو شوقیہ رانگ کالز کر کے دوسروں کو اور خاص طور پر لڑکیوں کو پریشان کرتے ہیں۔

مگر یہ اس کی خام خیالی تھی۔ کیونکہ اس روز کے بعد ڈاکٹر ملک نے اسے فون کرنا اپنا معمول بنا لیا۔ وہ دن اور

رات کے کسی بھی حصے میں بڑی بے تکلفی سے اسے فون کر ڈالتا اور ہر بار ایک ہی بات دہراتا کہ اسے مائرہ سے محبت ہو گئی ہے اور وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مائرہ اس کی مسلسل کالوں اور ایک ہی بات کی تکرار سے شدید الجھن کا شکار ہو گئی تھی۔ اسے ٹیلی فون سیٹ سے خوف آنے لگا تھا۔ فون کی گھنٹی اس کے اعصاب پر ہتھوڑے برساتی تھی۔ اکثر وہ اپنے کمرے میں موجود فون کا ریسیور اٹھا کر نیچے ٹیبل پر رکھ دیتی۔ مگر اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوتا کیونکہ ایسے میں ذاکر ملک کسی دوسرے سیٹ پر فون کر دیتا۔ یوں لگتا تھا کہ اسے گھر میں موجود تمام ٹیلی فونز کے نمبر معلوم ہیں۔

اس صورت حال نے اسے بری طرح سے سہما دیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ اس مسئلے کو کس طرح سے حل کرے۔ گھر کے کسی دوسرے فرد سے بات کرنے کا حوصلہ بھی وہ خود میں نہیں پاتی تھی۔ اسے اس بات سے خوف آتا تھا کہ اگر نبیل کو اس بات کا علم ہو گیا تو وہ اس سے کہیں بدگمان ہی نہ ہو جائے۔

اس پریشانی میں وہ اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی اور آج صبح جب ذاکر ملک نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور اس کے لیے پھول بھیجے تو اس کے لیے خود پر قابو رکھنا دشوار ہو گیا اور وہ نبیل کے سامنے ہی چلانے لگی۔ بعد میں جب نبیل نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر جھنجوڑا تو اسے خیال آیا کہ وہ کیا کر چکی ہے۔ اگر چلانے کی بجائے وہ خاموشی سے پھول لے کر اندر چلی جاتی اور نبیل کے سامنے اپنی کسی دوست کا نام لے دیتی۔ تو نبیل بھی کوئی شک نہ کرتا۔ مگر اب اس نے جو رویہ اختیار کیا تھا۔ وہ صاف نبیل کو شک میں ڈالنے والا تھا۔ سارا دن وہ اسی الجھن میں پڑی رہی۔ کالج جانے کا تو خیر کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ کسی ایسی جگہ جا کر چھپ جاتی۔ جہاں نہ اس کو کوئی نظر آتا نہ وہ کسی کو نظر آتی۔

ذاکر ملک کے اس اقدام نے اس کے اندر موجود خوف کو کئی گنا بڑھا دیا تھا۔ اسے نبیل خود سے صدیوں کے فاصلے پر محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ بار بار اپنے ہاتھ میں تیسری انگلی میں پڑی منگنی کی انگوٹھی کو دیکھتی تھی اور ہر بار اسے یوں لگتا تھا کہ کوئی اس انگوٹھی کو اس سے چھیننے آ رہا ہے۔ وہ اسی خوف میں ابھی شام کو ٹیرس پر بیٹھی تھی۔ جب نبیل وہاں چلا آیا۔ مائرہ جانتی تھی کہ وہ اس سے صبح والے واقعے کے بارے میں ضرور پوچھے گا۔ اس لیے وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر آ گئی تھی اور تب سے مستقل اپنے کمرے میں بند تھی۔

"یا اللہ میں کیا کروں۔ کس سے مدد مانگوں یہ میں بیٹھے بٹھائے کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں؟"

اپنے بکھرے بالوں میں انگلیاں پھنسائے وہ بہت بے چارگی سے سوچ رہی تھی اور باہر پھیلی ہوئی رات کھڑکی کے راستے اس کے اردگرد پھیلی ہوئی روشنی کو اپنے اندر سمونے کے لیے اندر آ رہی تھی۔ مگر مائرہ کو اس کی خبر ہی نہیں تھی۔ وہ جانتی ہی نہیں تھی کہ مقدر میں اس کے نام کا لکھا ہوا اندھیرا بہت آہستہ آہستہ دبے قدموں اس کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کی نظریں مائرہ کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی پر مرکوز ہیں۔

♥ ♡ ♥

"جان سے پیاری مائرہ۔

جب سے تم نے میری طرف سے نظر بدلی ہے۔ میری دنیا ہی اندھیر ہو گئی ہے۔ کھانا پینا ہنسنا بولنا سب چھوٹ گیا ہے۔ کچھ اچھا نہیں لگتا۔ دل چاہتا ہے خودکشی کر لوں۔ تم نے میرے ساتھ یہی سب کرنا تھا تو میری طرف دوستی کا ہاتھ ہی کیوں بڑھایا تھا۔ کیوں تم نے مجھے اس راستے پر لگا دیا۔ جہاں سے اب میں واپس بھی نہیں لوٹ سکتا۔ شاید تمہیں یاد بھی نہ ہو کہ مجھ سے محبت کا اقرار پہلے تم نے خود کیا تھا ورنہ میرے دل میں تو ایسا کوئی خیال تک نہ آیا اور اب جب تم نے اپنے اس امیر کزن کو پھانس لیا ہے۔ تو تم مجھ سے یوں دامن چھڑا کر الگ ہو گئی ہو۔ جیسے میرا تم سے کبھی

واسطہ ہی نہ رہا ہو۔ پلیز مائرہ میرے ساتھ ایسا سلوک مت کرو ورنہ میں اپنی جان دے دوں گا۔ تمہیں میری محبت کی قسم میری طرف لوٹ آؤ۔ میں زمانے بھر کی خوشیاں تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا۔

تمہارا دیوانہ ذاکر ملک"

"ذاکر ملک۔" خط کو مٹھی میں بھینچتے ہوئے نبیل نے زیر لب کہا۔ اس کا دماغ بالکل ماؤف ہوا جا رہا تھا۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مائرہ ایسی لڑکی بھی ہو سکتی ہے۔ اسے یاد نہیں تھا کہ اسے اس سے پہلے بھی اتنا غصہ آیا ہو۔ کبھی ایسا ملال ہوا ہو۔ ثمانہ رضوی نے اسے دھوکا دیا تھا مگر اس کے دھوکے نے اسے اتنا شاک نہیں پہنچایا تھا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ سے جانتا تھا کہ ثمانہ بہت تیز لڑکی ہے۔ مگر شریف مائرہ کی معصومیت کا تو وہ خود سب سے بڑا گواہ تھا۔ مگر اب جو کہانی یہ خط سنا رہا تھا۔ اس نے تو گویا اسے آسمان سے اٹھا کر زمین پر ہی دے مارا تھا۔

یہ محض اتفاق تھا کہ آج وہ کچھ جلدی دفتر سے واپس آ گیا تھا۔ گزشتہ رات کی ٹینشن کا اثر ابھی بھی اس کے دماغ پر موجود تھا۔ اس لیے وہ دفتر سے جلدی ہی اٹھ آیا۔ جب وہ گھر پہنچا تو گھر کے افراد میں سے کوئی بھی گھر پر موجود نہیں تھا۔ اس لیے کرامت نے پوسٹ مین کا دیا ہوا خط اسے دے دیا اور چونکہ باہر لفافے پر کسی کا بھی نام نہیں لکھا تھا۔ اس لیے اس نے خط کھول لیا اور اب خط پڑھنے کے بعد وہ جیسے آتش فشاں کے دہانے پر آن کھڑا ہوا تھا۔ ساری سہ پہر وہ بری طرح سے کھولتا اور اپنے کمرے میں ٹہلتا رہا۔ آخر شام کو کہیں اس کا غصہ قابو میں آیا۔ وہ اپنا آئندہ کا لائحہ عمل سوچ ہی رہا تھا۔ جب کرامت نے اسے آ کر کسی مہمان کے آنے کی اطلاع دی۔

"گھر میں اور کوئی نہیں ہے کیا؟" اس کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی ترش ہو گیا۔

"جی۔ بیگم صاحبہ ہیں مگر انہوں نے کہا ہے کہ نبیل اس مہمان سے مل لیں۔" کرامت اس کے لہجے سے کچھ سہم کر بولا تھا۔

"اچھا میں آ رہا ہوں۔" اس نے قدرے نرمی سے کہا تو کرامت پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

نبیل نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خط پر ڈالی اور کچھ سوچتے ہوئے اسے جیب میں ڈال لیا۔ واش روم میں جا کر اس نے منہ دھویا اور بالوں میں ہلکا سا برش پھیر کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا وہ نوجوان اس کے لیے قطعی اجنبی تھا۔ وہ نبیل کو دیکھ کر اپنی نشست سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"میرا نام ذاکر ملک ہے۔" اس نے مصافحے کے لیے نبیل کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔ نبیل حیرت سے گنگ رہ گیا۔

"ذاکر ملک۔" اس نے بمشکل اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا۔ "مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ پلیز آپ ذرا بیٹھ کر میری بات سن لیں۔" وہ عجیب انداز سے بولا تھا۔ نبیل بنا کچھ کہے ذرا پیچھے ہٹ کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ ابھی تک شاک کے عالم میں تھا۔

"دراصل۔ میں اور مائرہ کلاس فیلوز ہیں۔" ذاکر ملک اپنی نشست پر واپس بیٹھتے ہوئے دھیمی آواز میں بولا۔ "بلکہ ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ مگر کچھ عرصے سے مائرہ کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے وہ مجھ سے بہت اکھڑی اکھڑی سی رہنے لگی ہے۔ میں یہاں اس لیے آیا ہوں تاکہ۔"

"شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔"

نبیل کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں غصے سے دہک رہی تھیں اور چہرہ خطرناک حد تک سرخ ہو رہا تھا۔ غصے کے جس آتش فشاں کو اس نے پوری سہ پہر لگا کر قابو میں کیا تھا۔ وہ نئے سرے سے پھٹ پڑا تھا اور اس بار اس کی شدت پہلے سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اسے زمین آسمان اپنی آنکھوں کے سامنے گھومتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ سامنے موجود ذاکر ملک اسے کوئی عفریت دکھائی دے رہا تھا اور مائرہ اکرم۔ کے لیے وہ

اس وقت اپنے دل میں جتنی نفرت محسوس کر رہا تھا۔ اتنی اس نے ساری زندگی کسی دوسرے فرد کے لیے محسوس نہیں کی تھی۔

اس وقت اگر وہ اپنے حواسوں میں ہوتا۔ تو ذاکر ملک کی آنکھوں سے جھانکتی بے تحاشا چمک اس کی نظر سے چھپ نہیں سکتی تھی۔ مگر اسے تو کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔ وہ کمرے میں چند لمحے بھی نہیں ٹھہرا اور ایک دم سے مڑ کر آندھی طوفان کی طرح دروازے سے باہر نکل گیا۔

پورچ میں پہنچ کر اس نے کوٹ کی جیب سے گاڑی کی چابی نکالی اسی وقت لان کی طرف سے مائرہ پورچ میں داخل ہوئی تھی۔ نبیل اسے دیکھتے ہی تیزی سے اس کے سامنے آیا اور اس سے پہلے کہ مائرہ کچھ سمجھ پاتی۔ اس نے اپنی جیب سے ذاکر ملک کا خط نکال کر اس کے منہ پر مارا اور پلٹ کر گاڑی میں جا بیٹھا۔ جتنی دیر میں مائرہ نے جھک کر وہ خط اٹھایا۔ نبیل کی گاڑی پورچ سے نکل چکی تھی۔ مائرہ نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اپنی نظریں خط کی عبارت پر مرکوز کر دیں۔ اگلے ہی لمحے اس کا چہرہ ڈھلے ہوئے سفید پڑ گیا۔

♥ ♡ ♥

نبیل کے جانے کے بعد امینہ احمد اندرونی دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھیں۔ صوفے پر بیٹھا ہوا ذاکر ملک انہیں دیکھ کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر مکارانہ سی مسکراہٹ تھی۔

"ویل ڈن ذاکر ملک آج تو تم نے کمال ہی کر دیا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اب نبیل اس ناگن سے اپنا دامن چھڑانے میں ایک پل بھی نہیں لگائے گا اور اس کے چھوڑ دینے کے بعد میں مائرہ سے وہ سلوک کروں گی کہ وہ اس گھر کو تو کیا اس شہر کو بھی چھوڑ جائے گی۔"

امینہ احمد کے لہجے میں زہریلی زہر تھا۔ ذاکر ملک نے ان کی بات پر کوئی جھوٹ نہیں کیا۔ وہ ابھی تک کھڑا ان کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ ایک لمحے کے توقف کے بعد امینہ احمد نے اپنے پرس میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی دو موٹی موٹی گڈیاں برآمد کیں اور ذاکر ملک کی طرف بڑھا کر بولیں۔

"تمہاری بقایا رقم اور جب نبیل مائرہ سے اپنی منگنی توڑے گا۔ تو میں تمہیں انعام بھی دوں گی۔"

ان کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ ذاکر ملک نے شکریہ ادا کر کے رقم پکڑی اور امینہ احمد کو سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

امینہ احمد فاتحانہ مسکراہٹ سجائے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ اس لمحے ان کی نظر بیرونی دروازے پر پڑی تھی۔ وہاں مائرہ کھڑی تھی اور اس کا چہرہ خطرناک حد تک سفید لگ رہا تھا۔ امینہ احمد اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے چونکیں۔ مگر فوراً ہی انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔

"تو وہ آپ تھیں۔ جن کے ایماء پر مجھ سے یہ سارا کھیل کھیلا گیا۔"

مائرہ نے وہیں کھڑے کھڑے بے حد ٹوٹے ہوئے لہجے میں خود کلامی کے انداز سے کہا۔ "وہ آپ تھیں۔" اس بار اس کا لہجہ بے یقینی لیے ہوئے تھا۔

"ہاں وہ میں ہی تھی۔" امینہ احمد کی مسکراہٹ میں فتح کا رنگ تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا ناں مائرہ اکرم کہ میں بہت جلد تمہاری فتح کو شکست میں بدل دوں گی اور تم نے دیکھا میں نے ایسا کر ڈالا۔ اب نبیل کل کا سورج نکلنے سے بھی پہلے مجھ سے آ کر کہے گا کہ اس کا فیصلہ غلط تھا اور اس نے تم جیسی دو کوڑی کی لڑکی پر اعتبار کر کے اپنی زندگی کی سب سے بڑی بھول کی ہے۔ پھر میں جس لڑکی سے کہوں گی وہ اس سے شادی کر لے گا۔ اب تمہارا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ تم ہار چکی ہو مائرہ اکرم تم ہار چکی ہو۔"

امینہ احمد کے لہجے میں فتح کا غرور تھا۔ جبکہ دروازے میں کھڑی مائرہ بے یقینی سے آہستہ آہستہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتیں۔ آپ نبیل کو مجھ سے

نہیں چھین سکتیں۔ میں۔۔۔ میں ان کو بتاؤں گی کہ یہ سب غلط تھا۔ آپ کا اسکیچ کیا ہوا ڈرامہ تھا۔ میں نے ان سے بے وفائی نہیں کی۔ میں نے ان کو کوئی دھوکا نہیں دیا۔ یہ سب کچھ آپ نے مجھے ان سے دور کرنے کے لیے کیا ہے۔ میں یہ سب کچھ ان کو بتاؤں گی۔ سب کچھ۔"

خوف اور صدمے کی زیادتی نے اسے دیوانہ سا بنا دیا تھا۔ وہ ایک دم ہی چیخنے لگی تھی۔ امینہ احمد اسے یوں بپھرتے دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"چلاؤ مت۔ یہاں کوئی تمہاری بکواس نہیں سنے گا۔ تم کیا سمجھتی ہو۔ نبیل احمد اب بھی تم پر یقین کرے گا۔ ہرگز نہیں مائرہ اکرم تم بازی ہار چکی ہو۔ میں نبیل کی ماں ہوں اور اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ اب وہ کیا کرے گا۔ اب وہ کبھی تم پر نظر تک نہیں ڈالے گا۔ تم اس کے سامنے جتنی مرضی صفائیاں پیش کرتی رہنا وہ کبھی تمہاری بات نہیں سنے گا۔ کبھی تم پر یقین نہیں کرے گا۔" ان کے لہجے میں یقین تھا۔

"کیا وہ میری بات پر بھی یقین نہیں کریں گے ماما؟"

امینہ احمد کے پیچھے سے عینی کی آواز ابھری تھی۔ وہ کل رات سے گھر آئی ہوئی تھی اور دوپہر کے کھانے کے بعد سے اپنے کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ وہ ڈرائنگ روم میں کب آئی۔ امینہ احمد کو مطلق پتہ نہیں چلا تھا اور مائرہ تو ویسے ہی حواسوں میں نہیں تھی۔

"عینی تم اس معاملے میں نہ پڑو۔ تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" امینہ احمد نے اس کی طرف گھومتے ہوئے جھڑک کر کہا۔

"تعلق کیوں نہیں ہے ماما نبیل میرے بھائی ہیں۔ آپ میری آنکھوں کے سامنے ان کی ہر خوشی کو برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ میں آپ کو ایسا کیسے کرنے دوں۔ آپ میرے بھائی کے دل کے ساتھ کھیل رہی ہیں یہ سوچے بغیر کہ اس کھیل میں نقصان ان کو بھی ہو سکتا ہے اور پھر یہ مائرہ کیا بگاڑا ہے آخر اس نے آپ کا کیا کمی ہے اس میں جو آپ اس کو بھائی کی بیوی کے روپ میں دیکھنا نہیں چاہتیں۔ آپ نے صرف اپنی انا کا پرچم بلند رکھنے کے لیے اس معصوم اور بے سہارا لڑکی کے ساتھ اتنا گھناؤنا کھیل کھیلا؟ آپ کا ذرا بھی دل نہیں کانپا اس کی یوں بے عزتی کرتے ہوئے آپ کو ایک بار بھی اپنی بیٹیوں کا خیال نہیں آیا؟ کتنا سخت ہے آپ کا دل ماما۔ مجھے شرم آ رہی ہے یہ سوچتے ہوئے کہ میری ماں نے ایسا کام کیا ہے۔"

عینی مضبوط لہجے میں بول رہی تھی۔ اس نے اپنی آواز بھی نیچی رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ امینہ احمد کا غرور دو پل میں مٹی ہو گیا تھا۔ وہ صدمے کے عالم میں عینی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ عینی جو گھر کے ہر معاملے سے الگ تھلگ رہا کرتی تھی۔ انہیں کبھی گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ گھر کے سب سے اہم معاملے میں عینی یوں شامل ہو جائے گی۔ ان کے اپنے حساب سے تو اسے یہ سب جان کر بھی خاموشی سے اپنے راستے پر نکل جانا چاہیے تھا۔ مگر آج عینی کا انداز ہی دوسرا تھا۔ وہ چند لمحوں تک امینہ احمد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گھورتی رہی۔ پھر سر جھٹک کر مائرہ کی طرف بڑھ گئی۔ جو سفید چہرہ لیے خالی خالی آنکھوں کے ساتھ ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یوں جیسے ان دونوں کے بیچ ہونے والے مکالمے کا ایک بھی لفظ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو۔

"مائرہ! جسٹ ریلیکس کچھ نہیں ہو گا۔ میں تمہارے ساتھ کسی کو بھی بے انصافی نہیں کرنے دوں گی۔ میرا اعتبار کرو۔ میں خود بھائی سے بات کروں گی۔ میں تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

اسے گلے سے لگاتے ہوئے عینی دلاسا دے رہی تھی اور مائرہ کو اس کا ایک ایک لفظ سچا محسوس ہوا تھا۔ وہ بے اختیار ہی عینی کے شانے پر سر ٹکا کر رو دی۔ عینی چند منٹ تک اسے خاموشی سے تھپکتی رہی۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ کمرے سے باہر لے گئی۔ جبکہ کمرے میں تنہا رہ جانے والی امینہ احمد کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح صوفے پر ڈھیر ہو چکی تھیں۔ ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب ہو چکی تھیں۔ نہ جانے کتنی ہی دیر تک وہ ساکت سی بیٹھی

سامنے والی دیوار کو گھورتی رہیں۔ پھر ایک دم ان کے اندر جیسے ابال سا اٹھا تھا۔

"میں یہ بازی نہیں ہاروں گی۔ میں [illegible] اکرم کو جیتنے نہیں دوں گی۔ خواہ اس کے لیے مجھے کسی بھی حد سے کیوں نہ گزرنا پڑے۔"

سیدھے ہوتے ہوئے انہوں نے خود کلامی کے انداز میں کہا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتی تھیں کہ تقدیر ان کے مقابلے میں اپنی ترپ چال چل چکی ہے۔ آخری بازی میں انہیں بہت ہی بری مات ہونے والی تھی۔ اپنی بھلائی میں انہوں نے جس مہرے کو جیت کے لیے آگے بڑھایا تھا۔ وہی ان کی شکست کی وجہ بن گیا تھا۔ ان کی ہر تدبیر ان کی تقدیر سے ہار مان چکی تھی۔ ہر بازی تدبیر سے ہی جیتی جا سکتی تو معصوم اور بے بس لوگ ہمیشہ سے ہی ہارتے اور شاطر ہر بار جیت لیتے۔ مگر تدبیر سے بھی آگے ایک اور چیز ہوتی ہے۔ تقدیر، جو کبھی بھی ہارے ہوؤں کو جتا دیتی ہے اور جیتے ہوؤں کو ہرا دیتی ہے اور امینہ احمد کی تدبیر کو بھی تقدیر نے ہی پچھاڑا تھا۔

♥ ♡ ♥

ہسپتال کے ٹھنڈے یخ کاریڈور میں اس لمبے بنچ کے بالکل کنارے پر ساکت و جامد بیٹھی امینہ احمد خالی خالی نظروں سے سامنے والی سپاٹ دیوار کو دیکھے جا رہی تھیں۔ ان کا ذہن اس وقت ڈاکٹر صدیقی کی کہی ہوئی آخری بات میں ہی الجھا ہوا تھا۔

"اب دوا سے زیادہ دعا کی ضرورت ہے۔ احمد صاحب۔" ایک گھنٹہ پہلے ہی انہوں نے امینہ احمد کے برابر میں بیٹھے احمد حسن سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

"ہم نے آپریشن کر دیا ہے۔ مگر ابھی بھی نبیل احمد کی کنڈیشن بہت خراب ہے۔ انہیں بے ہوش ہوئے اڑتالیس گھنٹے گزر چکے ہیں اور اگر انہیں اگلے اڑتالیس گھنٹوں میں ہوش نہ آیا۔ تو ان کا بچنا ناممکن ہو جائے گا۔ ان کے سر پہ بہت شدید چوٹیں آئی ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں اس حادثے میں وہ۔۔۔"

ڈاکٹر نے اور بھی بہت کچھ کہا تھا۔ مگر امینہ احمد کا ذہن اڑتالیس گھنٹوں والی بات میں ہی اٹک کر رہ گیا تھا۔ وہ تب سے سینکڑوں مرتبہ اس بات کو اپنے دل میں دہرا چکی تھیں۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ میرا نبیل یوں مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

زندگی میں پہلی بار ان کے ماڈرن روپ کے اندر چھپی ہوئی ماں کی مامتا جوش میں آئی تھی۔ ان کے اندر کی ماں جسے کسی ہار کسی جیت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ جس کی صرف ایک ہی تمنا تھی کہ اس کا بیٹا زندہ رہے اور خوش رہے۔

"آپ میرے بھائی کے دل کے ساتھ کھیل رہی ہیں۔ یہ سوچے بغیر کہ اس کھیل میں نقصان ان کو بھی پہنچ سکتا ہے۔"

عینی کی آواز بار بار ان کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی اور ان کا جی چاہتا تھا کہ وہ وہاں سے کہیں دور بھاگ جائیں یا اپنا سر اتنی زور سے دیوار سے ٹکرائیں کہ انہیں کسی چیز کا احساس ہی باقی نہ رہے۔ مگر وہ ایسا کچھ بھی نہیں کر پا رہی تھیں۔ بس پتھر کی طرح ساکت بیٹھی سفید دیوار کو گھورے جا رہی تھیں۔ گھر کے دیگر افراد کا عالم بھی ان سے جدا نہیں تھا۔ نبیل احمد صرف ان کے لیے ہی نہیں سبھی گھر والوں کے لیے بہت قیمتی تھا۔ وہ سب کو اتنا پیارا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ اگر نبیل احمد ان سے روٹھ گیا۔ تو باقی تمام عمر کے لیے ان کے گھر پر اندھیرے کا راج ہو جائے گا۔

قدموں کی مدھم چاپ پر امینہ احمد نے نظروں کا زاویہ ذرا سا بدل کر اپنے دائیں جانب دیکھا۔ آنے والی ماثرہ تھی۔ جو کسی روح کی طرح اچانک ہی اس لمبے کاریڈور میں نمودار ہو گئی تھی۔ یا کم از کم انہیں ایسا ہی لگا تھا۔ وہ خواب کے سے عالم میں دھیرے دھیرے چلتی ہوئی انہیں کی طرف آ رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور دوپٹہ بائیں شانے پر ذرا سا اٹکا ہوا تھا۔ مگر وہ ہر چیز سے لاپروا نظر آ رہی تھی۔

امینہ احمد کے عین سامنے آ کر وہ رک گئی۔ زندگی میں پہلی بار امینہ احمد کو اس لڑکی سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ جسے انہوں نے آج تک رتی بھر اہمیت بھی نہیں دی تھی۔ جس کی طرف دیکھنا بھی انہیں گوارہ نہیں تھا۔ مگر آج آنکھوں میں عجیب سا خوف لیے وہ بے اختیاری اس کی طرف دیکھے جا رہی تھیں۔ جس کی ویران اور خشک آنکھیں ان کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ امینہ احمد کو اس کی آنکھیں خاموش ہونے کے باوجود بہت کچھ کہتی ہوئی لگ رہی تھیں۔ انہیں ان آنکھوں سے خوف آ رہا تھا۔ مگر وہ چاہنے کے باوجود اپنی نظر اس کے زرد چہرے سے ہٹا نہیں پا رہی تھیں۔

"آپ نے دیکھا آپ نے کیا کیا۔" جانے کتنے لمحوں کی خاموشی کے بعد اس کے خشک لبوں سے سرسراتی ہوئی آواز برآمد ہوئی تھی۔

"آپ نے ہر چیز اپنے ہاتھوں سے تباہ کر دی۔ آپ میری خوشیوں کو آگ لگا دینا چاہتی تھیں ناں۔ خوش ہو جائیے آپ کو اس میں ناکامی نہیں ہوئی۔ آپ نے واقعی میری ہر خوشی میں آگ لگا دی ہے۔ مگر جانتی ہیں اس آگ کا ایندھن کیا چیز بنی ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے رکی۔ امینہ احمد ٹکر ٹکر اس کی طرف دیکھے جا رہی تھیں۔

"آپ کی اپنی خوشیاں۔ آپ نے اپنی ساری خوشیوں کو ایندھن بنا کر میری خوشیوں میں آگ لگائی ہے۔ آپ نے کہا تھا ناں کہ آپ بہت جلد میری فتح کو شکست میں اور اپنی شکست کو فتح میں بدل دیں گی۔ آپ نے میری فتح کو شکست میں بدل دیا مگر آپ خود کو فتح بھی نہیں دلا سکیں۔"

زندگی میں پہلی بار وہ امینہ احمد کے سامنے اتنا بول رہی تھی اور وہ چپ چاپ سن رہی تھیں۔ ان کے پاس جواب کہنے کے لیے کچھ بچا بھی نہیں تھا۔

"آپ نے میرے ساتھ جو چاہا کیا۔ جس طرح چاہا میرے ساتھ کھیل کھیلا۔ مگر اتنا یاد رکھیے گا۔ اگر نبیل کو کچھ ہو گیا۔ تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ کبھی بھی نہیں۔"

برف کی طرح ٹھنڈا اس کا لہجہ آخر میں ایک دم ہی تیز ہو گیا۔ اور ویران آنکھوں میں وحشت سی چھلک آئی تھی۔ عینی اور معاذ دونوں ہی لپک کر اس کی طرف آئے مگر وہ ان کے قریب آنے سے پہلے ہی ایک دم سے مڑی اور دوڑتی ہوئی ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ عینی نے امینہ احمد کی طرف دیکھا۔ جن کی آنکھیں اچانک ہی ساون برسانے لگی تھیں۔ اور انہوں نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں ڈھانپ لیا تھا۔

♥ ♡ ♥

زندگی میں پہلی بار اسے احساس ہوا تھا کہ ایک ایک لمحہ صدی بن جائے تو کیسے کٹتا ہے۔ اس نے بہت دکھ دیکھے تھے۔ مگر ایسا کڑا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں گزرا تھا۔ جیسا اب گزار رہی تھی۔ خوشیاں محبت خواب سب کچھ اس کے لیے بے معنی ہو کر رہ گیا تھا۔ اب تو اس کے دل کے اندر صرف ایک ہی تمنا تھی کہ نبیل احمد بچ جائے اور اس تمنا میں اتنی شدت تھی کہ اس کی زبان اس شدت کی ترسیل دعا کی صورت کرنے سے بھی قاصر ہو گئی تھی۔ اس کے لب خاموش تھے مگر اس کا رواں رواں نبیل احمد کی زندگی کے لیے دعا گو رہا تھا۔

غضب کی سردی میں وہ ہر طرف سے بے نیاز ٹھنڈی سیڑھیوں پر بیٹھی کوئی بھٹکی ہوئی روح ہی لگ رہی تھی۔ مگر اسے کسی بھی چیز کا احساس نہیں تھا۔ اس کے سارے احساسات پر تو اس وقت نبیل کو کچھ ہو جانے کا احساس خوف بن کر چھایا ہوا تھا۔ "اگر نبیل کو کچھ ہو گیا۔ تو میں بھی زندہ نہیں رہوں گی۔ اس ہسپتال سے میری بھی لاش ہی گھر جائے گی۔"

اس کے ذہن میں یہ سوچ اچانک ہی لہرائی تھی۔ جس نے اس کے منجمد احساسات کو بری طرح سے جھنجھوڑ ڈالا۔ اس کے ساکت چہرے پر وحشت سی چھا گئی۔

"نہیں، انہیں کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ کچھ بھی نہیں۔ انہیں زندہ رہنا چاہیے خواہ میں مر جاؤں۔"

خود کلامی کے انداز میں بولتی ہوئی وہ حد درجے خوف زدہ لگ رہی تھی۔

"یا اللہ میں اپنے لیے تجھ سے کچھ نہیں مانگتی۔ تو مجھے بے شک ایک سانس بھی اور نہ دے۔ مگر نبیل کو زندگی بخش دے۔ انہیں کچھ نہ ہو۔ بھلے سے وہ مجھے نہ ملیں۔ بھلے سے وہ میری طرف دیکھیں تک نہیں۔ مجھے نظر بھی نہ آئیں۔ مگر وہ زندہ رہیں۔ انہیں کچھ نہ ہو۔ انہیں کچھ نہ ہو۔"

گھٹنوں پر سر ٹکاتے ہوئے اس نے خاموش التجا کی تھی اور پھر نہ جانے کتنی ہی دیر تک وہ اس التجا کو دہراتی رہی۔ پتہ نہیں کتنا وقت گزر گیا تھا۔ شاید صدیاں بیت گئی تھیں۔ اس کا اردگرد کا سارا منظر اس کے احساسات کی طرح منجمد تھا۔ دھند میں لپٹا ہوا اور سوگوار انجانے سے خوف کا شکار کسی انہونی کے ہو جانے کے خیال سے سہما ہوا اور وہ کانچ کی گڑیا جیسی مائرہ اکرم نہ جانے کب سے ایک ہی زاویے سے ٹھنڈی یخ سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر اس کی آنکھوں میں اس کی ایک ایک سانس میں صرف ایک ہی التجا تھی۔ ایک ہی دعا تھی۔ نبیل احمد زندہ بچ جائے اسے کچھ نہ ہو اور اس ایک دعا کی قبولیت کے بدلے میں وہ اپنی ہر چیز اپنی ہر خوشی حتیٰ کہ اپنی زندگی بھی قربان کر دینے کو تیار تھی۔ اس کے سوا وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کوئی کسی کے لیے اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتا ہے؟

خاموش لبوں سے نکلی ہوئی اس کی دعا میں کتنا اثر ہے۔ اس کی خواہش میں کتنی شدت ہے۔ اس کی طلب میں کتنی سچائی ہے۔ اسے ان سب باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ تو بس خدا سے مانگ رہی تھی اور مانگے جا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ سردی سے اکڑ چکے تھے۔ ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے اور سنگ مرمر کی سیڑھی پر دھرے پیر خود بھی سنگ مرمر کی طرح ہی سفید ہو چکے تھے۔ مگر اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ وہ تو بس ساکت بیٹھی تھی اور اس اس طرح سے بیٹھے ہوئے نہ جانے کتنے زمانے گزر گئے تھے۔

سورج کی پہلی کرن اس کے زرد چہرے پر پڑی تھی۔ جب اس نے اپنے سر پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس کیا۔ یہ لمس اس کے لیے بالکل اجنبی تھا۔ بہت کوشش کر کے اس نے اپنے اکڑے ہوئے بدن کو حرکت دی اور ذرا سا سر گھما کر اپنے پیچھے دیکھا۔ احمد اس سے ایک سیڑھی اوپر کھڑی تھیں اور ان کا ہاتھ اس کے سر پر ٹکا ہوا تھا۔ ان کا چہرہ بہت مختلف لگ رہا تھا۔ مائرہ نے اس سے پہلے کبھی ان کے چہرے پر نرمی نہیں دیکھی تھی۔

"اسے ہوش آ گیا ہے۔ اسے خدا نے زندگی بخش دی ہے۔" ان کے لبوں نے جنبش کی تھی اور ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے شفاف موتی لڑھکنے لگے تھے۔

اس کی ساکت نظریں ایک بار پھر آسمان کی طرف اٹھ گئی تھیں۔ اس بار اس کی آنکھوں میں شکر کی تحریر بہت واضح تھی۔

♥ ♡ ♥

اتنے شدید حادثے کا شکار ہونے کے بعد نبیل کا زندہ بچ جانا کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ کراچی سے خصوصی طور پر اس کے آپریشن کے لیے آئے ہوئے ڈاکٹر صدیقی نے جب اس کا آپریشن کیا تھا۔ تو انہیں اس کے بچ جانے کی دس فیصد امید بھی نہیں تھی۔ مگر اس مایوسی کا اظہار انہوں نے اس کے گھر کے افراد کے سامنے کلی طور پر نہیں کیا تھا۔ وہ لوگ پہلے ہی اتنے پریشان تھے اگر وہ اپنے تمام خدشات ان کے سامنے بیان کر ڈالتے تو نہ جانے وہ کیا ردعمل دکھاتے۔ مگر جب نبیل کو اپنے شکنجے میں پوری طرح جکڑنے کے باوجود موت اسے واپس زندگی کی گود میں ڈال گئی۔ تو حیرت اور مسرت نے ڈاکٹر صدیقی جیسے تجربہ کار اور زیرک سرجن کو بھی گنگ کر دیا۔

"اسے خدا نے دوبارہ سے زندگی دی ہے۔ اس کا بچنا کسی طرح بھی معجزے سے کم نہیں ہے۔" انہوں نے ڈاکٹروں کے بورڈ کے سامنے جذباتی انداز میں کہا تھا اور ان جیسے خشک مزاج انسان کا یوں جذباتی ہونا

دوسرے ڈاکٹروں کے لیے حیران کن تھا۔

♥ ♡ ♥

مائرہ نے اس کے ہوش میں آنے کے تیسرے دن اس کے کمرے میں قدم رکھا تھا۔ وہ بیڈ پر تکیوں سے ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔ اس کا سر اگرچہ ابھی تک پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا اور چہرہ بھی بیمار زدہ ہوا تھا۔ مگر اس کے باوجود اس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک واضح طور پر نظر آ رہی تھی۔ اس کے علاوہ کمرے میں صرف ہنی تھی۔ مائرہ کو تین دن تک ہنی نے ہی اس کے سامنے جانے سے روکے رکھا تھا۔

"نبیل کو ابھی تک اصل صورت حال کا علم نہیں ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم کچھ دنوں تک اس کے سامنے نہ جاؤ ورنہ اس کی صحت پر برے اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔ وہ کچھ ٹھیک ہو جائے تو میں اسے ساری بات سے خود آگاہ کروں گی۔ پھر تم اس سے مل لینا۔"

اس نے مائرہ کو بڑے رسان سے سمجھایا تھا اور مائرہ نے اس کی بات مان لی تھی۔ وہ ہر روز ہسپتال آتی تھی۔ مگر نبیل کے کمرے میں داخل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ دروازے یا کھڑکی کے راستے اس کی ایک جھلک دیکھ کر ہی واپس چلی جاتی تھی۔ گزشتہ تین دنوں کے دوران نبیل ویسے بھی تقریباً سارا وقت ہی خواب آور ادویات کے زیر اثر سویا رہتا تھا۔ آج پہلا دن تھا۔ جب وہ جاگ رہا تھا اور اٹھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ اب اس کی حالت خطرے سے مکمل طور پر باہر ہے اور اسے چند دنوں تک ہی ہسپتال سے رخصت کر دیا جائے گا۔

مائرہ نے حسب معمول دروازے سے جھانک کر اندر دیکھا تھا۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ وہ اسی طرح دروازے سے اندر جھانکتی تھی اور سوئے ہوئے نبیل کو چند لمحوں تک دیکھتے رہنے کے بعد واپس چلی جاتی تھی۔ مگر اس روز نبیل کو جاگتے پا کر وہ رہ نہیں سکی اور کمرے کے اندر داخل ہو گئی۔ ہنی نے اسے یوں آتے دیکھا تو وہ ہراساں ہو گئی۔ ابھی تک اس نے نبیل کو ساری بات نہیں بتائی تھی۔ وہ اس کے کچھ مزید تندرست ہونے کے انتظار میں تھی۔ مائرہ کو اندر آتے نبیل بھی دیکھ چکا تھا۔ اور اس کے چہرے پر پتھر جیسی سنگینی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے مائرہ پر صرف ایک نظر ڈال کر منہ پھیر لیا تھا۔

"ہنی! اس سے کہو یہ یہاں سے چلی جائے۔ میں اس کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔ ماما ٹھیک کہتی تھیں یہ لڑکی محبت کے قابل ہرگز نہیں ہے۔"

اس نے ہنی سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔ اس کے اس طرح کے رد عمل کے لیے تیار ہونے کے باوجود مائرہ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ وہ دروازے سے چند قدم آگے آ چکی تھی۔ کچھ دیر وہ وہیں ساکت کھڑی رہی۔ پھر دھیرے دھیرے چلتی ہوئی نبیل کے عین سامنے آ گئی۔

"میں نے خدا سے صرف آپ کی زندگی مانگی تھی۔ وہ خدا نے دے دی۔ اب اگر آپ ساری عمر بھی مجھ سے نفرت کرتے رہیں گے تو میں کبھی اس بات کا گلہ نہیں کروں گی۔"

نبیل کے چہرے کو محبت سے دیکھتے ہوئے اس نے بہت نرمی سے کہا اور ہوا کے جھونکے کی مانند کمرے سے باہر نکل گئی۔ نبیل کی حیران نظروں نے بے اختیار ہی اس کا پیچھا کیا تھا۔ مگر وہ باہر جا چکی تھی اور دروازے پر آمنہ احمد کھڑی تھیں۔

"ماما آپ۔" نبیل کے لبوں سے نکلا اور وہ ذرا سا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ آمنہ احمد کچھ دیر تذبذب کے عالم میں کھڑی اس کی جانب دیکھتی رہیں۔ پھر بے خودگی کے عالم میں چلتی ہوئی اس کے بیڈ کے قریب آ کر کھڑی ہو گئیں۔

"نبیل! میں تم سے غلط کہتی تھی کہ مائرہ جیسی لڑکی تمہاری محبت کے قابل نہیں ہے۔" جھکی ہوئی نظروں کے ساتھ وہ دھیمے لہجے میں بول رہی تھیں "وہ اور اس کی محبت تو تمہارے لیے خدا کا انعام ہے۔ خدا نے اسی کے لیے تو تمہیں زندگی لوٹائی ہے۔"

"ماما! یہ آپ آج کیسی باتیں کر رہی ہیں؟" نبیل کا

ہارا گیا تھا۔

اور کی حیرت اس کی آواز میں بھی نمایاں تھی۔ مگر آمنہ احمد نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ انہوں نے اچانک اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیے۔

"میں تمہاری مجرم سہی مگر ماں بھی تو ہوں۔ کیا تم مجھے معاف کر سکتے ہو نبیل احمد۔ اس سب کے لیے جو میں نے تمہارے ساتھ کیا اور جو مائرہ کے ساتھ کیا۔"

وہ مجرمانہ انداز سے سر جھکائے کہہ رہی تھیں اور بیڈ پر ساکت بیٹھا نبیل نہ سمجھنے والے انداز میں پوری آنکھیں کھولے ان کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

♥ ♡ ♥

محبت خواب کی صورت
نگاہوں میں اترتی ہے کسی مہتاب کی صورت
ستارے آرزو کے اس طرح سے جگمگاتے ہیں
کہ پہچانی نہیں جاتی دل بے تاب کی صورت
محبت کے شجر پر خواب کے پنچھی اترتے ہیں
تو شاخیں جاگ اٹھتی ہیں
تھکے ہارے ستارے جب زمیں سے بات کرتے ہیں
تو شب کی منتظر آنکھوں میں
نغمیں جاگ اٹھتی ہیں
محبت ان میں جلتی ہے چراغ آب کی صورت
محبت خواب کی صورت

چاروں طرف پھیلا ہوا منظر بہت خوب صورت تھا۔ سرسبز گھاس جس نے بھورے ٹیلوں کو اپنے نیچے چھپا لیا تھا۔ خود رو جنگلی پھولوں سے لدے ہوئے پودے شور مچاتی ہوئی پہاڑی ندی اور وہ چھوٹا سا آبشار۔ سب کچھ کسی دلنشین خواب کا حصہ لگ رہا تھا۔ مگر وہ دونوں اس ساری خوب صورتی سے زیادہ ایک دوسرے میں گم تھے۔ ان کے چہروں پر چھلکتی خوشی ان کے کھنکھناتے قہقہے اور آنکھوں سے جھانکتی جھلملاتی مسرت اردگرد کے منظر سے بھی زیادہ دلکش

خواتین ڈائجسٹ پبلی
کی ایک خوبصورت پیشکش
نامور مصنفہ رضیہ جمیل
کا "ساگر دریا بادل بوند
کے بعد مشہور و معروف ناول
لگ گھروندہ برف
اب کتابی شکل میں شائع ہو
☆ خوبصورت سرورق
☆ مضبوط جلد
☆ آفسٹ پیپر
قیمت صرف =/300 ر
کتاب منگوانے کے لیے
آج ہی =/330 روپے
کا منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ
ارسال فرمائیں۔
ملنے کا پتا
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار کراچی

نظارہ پیش کر رہی تھی۔
"ویسے تم کتنی احمق خاتون ہو؟ مائرہ نبیل احمد۔"
کاسنی رنگ کا جنگلی پھول اس کے کھلے ہوئے دراز بالوں میں اٹکانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے نبیل نے اچانک کہا تھا۔ مائرہ نے مصنوعی خفگی سے اس کی طرف دیکھا اور پھول اس کے ہاتھ سے چھین کر بولی۔
"میں نے کونسی حماقت کی ہے؟"
اس کے لہجے میں ناز تھا۔
"بھئی جب وہ ذاکر ملک نام کا شخص تمہیں فون پر تنگ کر رہا تھا۔ تو تم مجھے اس کے بارے میں بتا نہیں سکتی تھیں؟ یا کم از کم اس روز ساری بات بتا دیتیں جب اس نے تمہیں سرخ گلاب بھیجے تھے اور تم وہ گلاب میرے قدموں میں ڈھیر کر کے بھاگ گئی تھیں۔"
"وہ۔۔۔ دراصل میں اس خیال سے ڈر گئی تھی کہ کہیں آپ مجھ سے بدگمان ہی نہ ہو جائیں۔ اس لیے میں نے آپ کو وہ سب نہیں بتایا تھا۔"
شرمندہ سے انداز میں سر جھکا کر وہ گلگوں چہرہ لیے یوں انداز محبوبیت سے بولی تھی کہ نبیل احمد مبہوت سا رہ گیا۔
"ایسے گھور گھور کے کیا دیکھ رہے ہیں؟" اس کے یوں یک ٹک دیکھنے پر وہ شرما گئی تھی۔ نبیل آہستہ سے ہنس دیا۔
"دیکھ نہیں رہا سوچ رہا ہوں۔"
"اچھا کیا؟"
"یہی کہ خوب صورت لوگ واقعی عقل سے پیدل ہوتے ہیں۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ مائرہ نے اسے گھورتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا پھول دے مارا۔
"میں آپ کو بے وقوف نظر آتی ہوں۔"
"میں نے تمہیں کب کہا ہے۔ میں تو خوب صورت لوگوں کی بات کر رہا تھا۔" وہ بے نیازی سے بولا۔ مائرہ برا سا منہ بنا کر رہ گئی۔ نبیل ایک بار پھر ہنس دیا۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولا۔
"ویسے اس سارے چکر کا کم از کم ایک فائدہ تو ہوا ہے۔ ماما نے تمہیں اپنی بہو کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔ ورنہ وہ ساری عمر ایسا نہ کرتیں۔"
"ہاں یہ تو ہے۔"
مائرہ نے فوراً" تائیدی انداز سے سر ہلایا تھا۔ امینہ احمد کا رویہ اس کے ساتھ واقعی بہت بدل گیا تھا۔ جس پر ابتدا میں تو وہ خائف ہی رہتی تھی۔ مگر اب جبکہ ان دونوں کی شادی کو بھی مہینہ گزر گیا تھا۔ تو امینہ احمد ابھی تک اسے اس طرح اہمیت دے رہی تھیں۔ تو وہ کافی حد تک اس التفات اور اہمیت کی عادی ہو گئی تھی اور خوش تھی۔
"مجھے اگر معلوم ہوتا کہ میرا ایکسیڈنٹ مما کو تمہارے حق میں اتنا پولائٹ بنا دے گا۔ تو میں بہت پہلے ہی یہ ایکسیڈنٹ کروا گزرتا۔" اس کے بالوں کی لمبی سی لٹ کو اپنی انگلی پر لپیٹتے ہوئے نبیل نے شرارت آمیز سنجیدگی سے کہا۔ مائرہ نے غصیلی نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ مگر کچھ بولی نہیں۔
"کیا ہوا؟" اسے یوں گھورتے پا کر وہ معصومیت سے پوچھنے لگا۔
"کچھ نہیں" مائرہ نے ٹھنڈی سانس لی تھی۔
"سوچ رہی ہوں۔ آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ خوب صورت لوگوں کا عقل کی طرف سے ہاتھ واقعی تنگ ہی ہوتا ہے۔"
وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تھی۔ نبیل جز بز ہو کر رہ گیا۔
"تمہیں میں بے وقوف نظر آتا ہوں۔" بے اختیار ہی اس نے سوال کر ڈالا۔
"میں آپ کو تھوڑی کہہ رہی ہوں۔ میں تو خوب صورت لوگوں کی بات کر رہی ہوں۔"
وہ نبیل ہی کے انداز میں بے نیازی سے شانے اچکا کر بولی۔ اور ہنس پڑی نبیل اسے ہنستے دیکھ کر خود بھی ہنس دیا تھا۔ اور پہاڑی جھرنا ان دونوں کی ہنسی میں خود بخود شریک ہو گیا تھا۔